ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۲ مئی ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

پچیس پیسے ۲۵

مشرف علی عارف تھانوی
خلف الرشید مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

مالک الملک کے مہمان رسولِ عربی
مبدأ و مرجعِ ایمان رسولِ عربی
منبعِ رحمت و احسان رسولِ عربی
گوہرِ عالمِ امکان رسولِ عربی
رہنما ہادی و سلطان رسولِ عربی
ہے یہی خواہش و ارمان رسولِ عربی
چادرِ رحمتِ سبحان چھپا لیتی ہے
کیوں نہ محبوبِ دو عالم ہو تری ذاتِ جمیل
تیرے عشاق میں شامل ہیں ابوبکر و عمر
آپ کی ذات ہے اِک بابِ محبؔ و محبوب

اللہ اللہ شہِ ذی شان رسولِ عربی
مرکز و معدنِ عرفان رسولِ عربی
مظہرِ نعمتِ سُبحان رسولِ عربی
دافعِ ظلمتِ عصیان رسولِ عربی
رہبرِ جادۂ ایمان رسولِ عربی
زندگی تجھ پہ ہو قربان رسولِ عربی
جس پہ ہو جائیں مہربان رسولِ عربی
خالقِ کُل ہے مدح خوانِ رسولِ عربی
حمزہؓ و حیدرؓ و عثمانؓ رسولِ عربی
مصحفِ الفتِ رحمان رسولِ عربی

اک زمانہ ہے وساوس میں گرفتار، مجھے
دیجئے نعمتِ ایقان رسولِ عربی

★

لال دین انگر بی اے بی ٹی

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں

عوام کشف و کرامت کو یاد کرتے ہیں
غلام حُسنِ مروّت کو یاد کرتے ہیں
غریب جُود و سخاوت سے تیری پلتے تھے
خوشا وہ جلوت و خلوت میں جلوہ فرمائی
ترے فراق میں روتے ہیں منبر و محراب
یہ اتقیائے زماں ہیں، وہ اصفیائے جہاں
وہ ترا ذوقِ عبادت، یہ عالمِ پیری

خواص تیری ثقاہت کو یاد کرتے ہیں
عدو بھی تیری شرافت کو یاد کرتے ہیں
امیر شانِ وجاہت کو یاد کرتے ہیں
ہم اُن دنوں کی سعادت کو یاد کرتے ہیں
یہ ملؔ کے جوشِ خطابت کو یاد کرتے ہیں
حضور! تیری امارت کو یاد کرتے ہیں
فرشتے تیری ریاضت کو یاد کرتے ہیں

ہجوم ہے تیری مرقد پہ دردمندوں کا
یتیم ہیں۔ تیری شفقت کو یاد کرتے ہیں

★

ملہ اراکینِ نظام العلماء مغربی پاکستان!

اداریہ

علماءِ کرام اور دیندار مسلمانوں سے اپیل

برادرانِ اسلام :- عرصہ دراز کے بعد حکومت نے ایک نئی قسم کی جمہوریت کا اعلان کرکے اس کے لئے انتخابات کرانے کا انتظام کیا ہے اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا ہے کہ اسمبلی نئے آئین میں ترمیم کر سکتی ہے - اور یہ بھی کہ آئندہ کوئی قانون اسلام کے خلاف نہ بنے گا۔

آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں - کہ قائد ملت خان لیاقت علی خان مرحوم اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی کوششوں سے قرارداد مقاصد پاس کی گئی تھی - جس کی رُو سے پاکستان صحیح معنوں میں پاکستان اور اسلامی ملک بن سکتا تھا - مگر قوم غلط کار ، خودغرض اور مذہب ناآشنا لیڈروں ، وزیروں اور ممبروں کی بھینٹ چڑھ گئی - نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کے لئے نہ کوئی پائدار آئین بن سکا اور نہ پاکستان میں اسلامی قدروں کی رعایت کی گئی - بلکہ وہ لوگ جن کے دل خوفِ خدا سے خالی اور دماغ عقلِ سلیم سے محروم تھے قانونی گرفت نہ پاکر ایسے فرعونِ وقت ثابت ہوئے کہ حیا اور غیرت کی تمام حدود اور قرآن و سنت کی تمام بندشوں کو پھاند کر پاکستانی قوم کے لئے باعثِ عار بن گئے - ننگے ناچ کو انہوں نے اپنایا - ڈانس اور گانے بجانے کو بیرونی ممالک سے درآمد کرنے کی کوششیں کیں - جاپان و ایران کی بے باکیوں نے ملک کی حیا و غیرت کو چیلنج کیا - ان لوگوں نے پاکستان کو ناچ گھر بنا کر رکھ دیا ——— آزادیٔ کشمیر کی رٹ لگاتے ہوئے شب و روز ڈانس وغیرہ میں مصروفِ کار رہے - اگر کوئی فارغ وقت ملتا تو عورتوں کے گانوں سے دل بہلاتے رہے اور شراب خوری میں وقت صرف کرتے رہے ، اس طرح ملک میں ایکٹروں ڈوموں اور گویوں کی وہ عزت ہوئی جو کسی بڑے سے بڑے نواب کی نہیں ہو سکتی - عیب کو ہنر اور گناہ کو آرٹ کا نام دے دیا گیا - حدیث رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کی کھلی مخالفت ہونے لگی - اس منحوس مقصد کے لئے ملک میں مختلف جگہ ادارے قائم ہوگئے - قرآن پاک کے ان معانی کے خلاف آواز اٹھنے لگی - جو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے امّت کو واضح فرمائے تھے -

مزید برآں علمار کو دین کے ٹھیکیدار کہہ کر چودھویں صدی کے برخود غلط اور گمراہ مجتہدوں کے لئے راستہ صاف کیا گیا - ملک میں نماز روزے اور ارکان و شعائرِ دین کی کھلی توہین شروع ہو گئی ، معاشرہ سارے کا سارا خراب ہو گیا - پاکستان کی اسلامی حیثیت کو سخت دھکا لگا - عیسائی مشنریوں نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا -

اب جب حکومت نے اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا ہے - اگر اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر چند علمار کرام اور دیندار مسلمانوں کو اسمبلیوں میں نہ بھیجا گیا - تو خطرہ ہے کہ علمار اسلام کی عدم موجودگی کی وجہ سے پھر غیر اسلامی قوانین بننے نہ لگ جائیں - اور خطرہ ہے کہ اس قسم کے غیر اسلامی قوانین کو عین اسلام نہ کہا جائے -

خدانخواستہ اگر کوئی صورتِ حال ایسی پیش آگئی تو اس کی ساری ذمہ داری یونین کونسلوں کے ممبروں پر ہو گی اور ساتھ ہی علمار کرام اور دیندار مسلمان بھی اس کے نتائج و عواقب سے بری الذمہ نہ ہو سکیں گے - اس لئے ضرورت ہے کہ تمام علمار کرام اور دیندار مسلمان اپنے ہنگامی فرض کا احساس کرتے ہوئے میدانِ عمل میں اتر آئیں - اور صحیح علمار کو کامیاب کرنے کی مساعی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھیں - عام اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے منتخب ممبروں کو مجبور کریں کہ ہمارا ووٹ غلط استعمال نہ ہو - اور ہماری صحیح نمائندگی کا حق یہی ہے کہ اپنا ووٹ علمار اور دیندار مسلمانوں کو دیں

اگرچہ ملک کا مذہبی طبقہ بیدار ہے اور زمانہ نے ان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ہوشیار کر دیا ہے مگر پھر بھی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اس فرض کا احساس دلایا جائے

تاکہ حکومت کے حلفنامے کے مطابق قوم صحیح اور دیندار و دیانتدار نمائندے منتخب کر سکے - ورنہ پھر پچھتانا پڑے گا - اور ندامت سے کوئی فائدہ نہ ہوگا - اللّٰہ تعالیٰ دین کی مدد فرمائے - آمین !

الحمدُ للّٰہ

ہم اللّٰہ تعالےٰ کا بصد عجز شکر ادا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ مرکزی اسمبلی کی رکنیت حاصل کرنے میں افضل تعالےٰ کامیاب ہوگئے ہیں - ان کالموں میں ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ہم نے ہر دیندار عالم کی کامیابی کے لئے دعا کی تھی - جو اللّٰہ تعالےٰ کے دین کی پاسداری کی غرض سے انتخابات میں شریک ہوتے تھے لیکن بیشتر حضرات کے لئے ممکن نہ ہوا کہ کامیاب ہوں اگرچہ اللّٰہ کے ہاں اس احسن نیت کا ثواب بھی ہے - حضرت مولانا مفتی صاحب کو ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللّٰہ تعالےٰ انہیں ان ذمہ داریوں سے کما حقہٗ عہدہ برآ کرے - جو بحیثیت رکن مرکزی اسمبلی ان پر عاید ہوتی ہیں -

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد س م ب

موتُ العالِم موتُ العالَم

ہماری بدقسمتی کہیے کہ پے درپے ان کالموں میں حضرات علما ، کرام کی رحلت پر نوٹ لکھے جارہے ہیں - ابھی ابھی روزنامہ الجمعیۃ کی وساطت سے خبر ملی ہے کہ امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ۲۳ اپریل ۶۲ء کو وفات پاگئے - اہل اللّٰہ اور دیندار حضرات سے حضرت لکھنوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں - آپ نے ایک عرصہ دراز تک دینی خدمات انجام دیں - اس پُرفتن دور میں ایسی شخصیتیں ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا آسرا ایک ایک کرکے ٹوٹتا جا رہا ہے - اللّٰہ تعالیٰ حضرت لکھنوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے مدارج میں ترقی فرمائے اور انکے لواحقین کو بالخصوص اور اہل دین کو بالعموم اس صدمۂ جانکاہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) ادارہ خدام الدّین حضرت کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے -

خطبۂ یوم الجمعہ ۲۱ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۷ر اپریل ۱۹۶۲ء

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ قاسم العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکابرین دیوبندؒ کی چلتی پھرتی یادگار ہیں۔
وہ اپنے اکابر اور دارالعلوم کی مکمل تاریخ اپنے دیدۂ دل میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالٰے ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و قائم رکھے ــــ آپ نے پچھلے شمارہ میں اعلان کے مطابق خطبۂ جمعہ مسجد شیرانوالہ میں ارشاد فرمایا۔ اور خطبۂ جمعہ سے پہلے مندرجہ ذیل تقریر کی جو من و عن ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے

احقر عبیداللہ انور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

تحفۃ المومن الموت

بزرگان محترم! اس وقت مجھے کوئی تقریر کرنا یا وعظ کہنا مقصود نہیں، نہ ہی یہ جلسہ اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت یہ جلسہ بھی نہیں۔ جمعہ پڑھنے کے لئے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ میں بھی اسی سلسلہ میں حاضر ہوا۔ لیکن چونکہ لاہور میں اس سال قریبی مدت میں دو عظیم حادثے پیش آئے۔ اور دو ربانی عالم اس دنیا سے اُٹھ گئے جو ہم سب کے لئے بیحد صدمے، انتہائی تعلق اور دکھ کی بات ہے۔ اس وقت میری غرض صرف اسی سلسلے میں اپنے دکھ درد کا اظہار کرنا ہے اور کلمات تعزیت پیش کرنے ہیں۔

اگر کسی گھرانے میں سے کوئی بڑا اُٹھ جاتا ہے تو عرصہ دراز تک گھر کا نظام ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ اسی طرح کسی جماعت یا کسی اجتماع کا کوئی ذمہ دار اُٹھ جائے تو عرصہ دراز تک لوگ اُس کی جدائی کو محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک عالم ربانی فی الحقیقت اپنے حلقہ میں بمنزلہ روحانی باپ کے ہوتا ہے اور جتنے لوگ اس کے زیر تربیت یا زیر تعلیم ہوتے ہیں وہ بمنزلہ روحانی اولاد کے ہوتے ہیں۔ روحانی سلسلہ میں کسی عالم کا گذر جانا ایسا ہی ہے جیسے مادی سلسلوں میں کسی گھرانے کا باپ گذر جائے۔ اور اولاد یتیم رہ جائے۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فی الحقیقت دین کے دو زبردست ستون اور رکن تھے۔ اُن کا اُٹھ جانا کوئی معمولی حادثہ نہیں۔ ہمارے دل بے چین ہیں، دماغ مضطرب ہیں اور قدم قدم پہ اُن کی کمی صاف محسوس ہو رہی ہے۔

یہ کلمات تعزیت جو میں عرض کر رہا ہوں درحقیقت یہ ان کی وفات پر تعزیت نہیں کیونکہ وفات یا موت غم کرنے کی چیز نہیں۔ دنیا میں دو چیزیں ایسی ہیں جن پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے ایک کسی شے کی ابتداء اور دوسری انتہا ــــ یہ دونوں ہی چیزیں غمی کا باعث نہیں ہوتیں بلکہ خوشی کا موجب ہوتی ہیں ــــ فرق صرف اتنا ہے کہ ابتداء میں خوشی مقاصد کے پورا ہونے کی توقعات پر کی جاتی ہے اور انتہا میں تکمیل مقاصد پر فرحت حاصل ہوتی ہے کہ آج وہ مقصد پورا ہو گیا ــــ

تو نہ ابتداء غم کی چیز ہوئی، نہ انتہا غم کی چیز ــــ

آپ ایک باغ لگاتے ہیں۔ عادت یہ ہے کہ پہلے پودا لگائیں تو جماعت جمع کرتے ہیں۔ اعزہ و اقارب کو دعوت دیتے ہیں، مٹھائی تقسیم کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ بیج ڈالا جا رہا ہے ــــ ابھی کسی چیز کا وجود کوئی نہیں پھر خوشی کس بات کی ــــ خوشی محض اس توقع پر ہوتی ہے کہ ہم درخت لگا رہے ہیں۔ چند سال کے بعد اس سے پھل آئے گا اور ہم اس سے منتفع ہوں گے۔ دو چار یا پانچ سال کے بعد جب باغ پھل لاتا ہے تو پھر خوشی اس بات کی ہوتی ہے کہ ہمارا وہ مقصد پورا ہو گیا۔ جس کی ہم نے ابتداء کی تھی۔

اسی طرح جب ایک بچہ پیدا ہوتا ہے تو دستور یہ ہے کہ لوگ خوشی کرتے ہیں ــ لوگوں کو جمع کرتے ہیں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں۔ لوگوں پر مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور توقعات باندھتے ہیں کہ لڑکا بڑا ہوگا اس سے ہمارے مقاصد پورے ہونگے، یہ ہماری شادمانی کا موجب بنے گا ــ اور اسی طرح کئی امیدیں اُس کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں۔ یہ سب باتیں خوشی کی ہیں۔

اسی طرح جب کوئی گذر جائے تو موت غم کی چیز نہیں۔ موت کے معنی ہیں اکمال اور تکمیل کے ــ ابتدا میں جو چیز بچہ سے وابستہ تھی وہ موت کے ساتھ مکمل ہو گئی۔ سو اب موت قاطع نہ ہوئی کہ کسی چیز کو توڑ دے یا قطع کر دے بلکہ جو حالات مرنے والے سے متعلق تھے، وفات سے ان کی تکمیل ہو گئی۔

اگر ایک شخص کا ایمان پر خاتمہ ہو گیا تو خوشی اس لئے ہے کہ اب کوئی تغیّر و تبدّل کی گنجائش نہیں۔ جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور اگر کسی شخص کا کفر پر خاتمہ ہوا تو اس میں بھی تغیّر و تبدّل نہیں ہوگا۔ موت ہر حالت میں مکمل ہے یا کفر کی تکمیل کریگی یا ایمان کی۔ فسق و فجور کی تکمیل ہوگی یا تقوٰی و طہارت کی۔ لفظ تکمیل خوشی کا باعث ہے غمی کا نہیں۔

پھر بھی اگر ہم مرنے والے پر غم کرتے ہیں تو وہ اپنی جدائی کا صدمہ محسوس کرتے ہیں اس کی موت کا نہیں واقعہ یہ ہے کہ ہم فوائد و برکات سے محروم ہو گئے یہ غم ہماری خود غرضی پر مبنی ہے ہم اپنی محرومی کا رونا رو رہے ہیں۔ اصل میں موت کی غمی کوئی چیز نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحفۃ المؤمن الموت۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

مومن کا سب سے بڑا تحفہ موت ہے۔

موت ایک پُل ہے کہ جس سے گذر کر آدمی اپنے محبوب حقیقی تک پہنچتا ہے۔ ظاہر ہے محبوب حقیقی تک پہنچنا غمی کی بات نہیں انتہائی خوشی کی چیز ہوتی ہے۔ جو

چیز محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ بنے اس سے بڑھ کر باعث مسرت اور کیا شے ہو سکتی ہے؟ یہ تو نہایت ہی خوشی اور مسرت کی بات ہے۔ اور بعض اوقات تو اُس موت پر جو کسی مبارک وقت میں مقدس مقام پر یا نیک مقصد کی خاطر آئے آدمی کے پسماندگان اور وارثوں کو تسلیاں دی جاتی ہیں۔

موت اگر پاکیزہ زمانے میں ہوئی ہو۔ تو آپ کہا کرتے ہیں۔ بھئی خوش ہونے کا مقام ہے۔ مرنا تو یقینی تھا لیکن دیکھا رمضان شریف کے مہینہ میں موت آئی جمعہ کے دن موت آئی یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے۔ اور اگر کسی شخص کا انتقال مکہ معظمہ میں ہو جائے یا مدینہ منورہ کی زمین اُسے نصیب ہو جائے تو آپ ہی کہا کرتے ہیں "میاں! روتے کیوں ہو۔ خوش ہونے کا مقام ہے کہاں ایسی قسمت تھی کہ مدینہ کی زمین نصیب ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنا کوئی غم کی چیز نہیں۔ وہ تو تقدیر ہے جو ایک مقصد لے کر انسان کھڑا ہوا تھا اُسے پورا کر دیا۔

ایک عالم ربانی ..... اس کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے دین کا پہنچانا اور دین پر لوگوں کی تربیت کرنا۔ مرتے دم تک وہ اسی تگ و دو میں رہتا ہے جسقدر لوگوں کی تربیت اس کے ہاتھ پر مقدر تھی موت کے وقت اُس کی تکمیل ہو جاتی ہے کتنوں کو اس نے عالم بنایا اور کتنوں کو کامل کر کے تکمیل تک پہنچایا۔ اب کامل بننا بھی غم کی چیز نہیں۔ پس غم صرف یہ ہے کہ جو ہستی آج ہم سے جدا ہو گئی۔ ہم اس کی صورت دیکھنے سے محروم ہو گئے اُس کے فیوض و برکات ہم سے اُٹھ گئے۔

تو رونا اپنا ہوتا ہے جانے والے کا نہیں ہوتا۔

بہرحال اگر ہم بھی آج حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد حسن صاحبؒ کا غم کر رہے ہیں تو وہ ان کا غم نہیں۔ وہ تو الحمدللہ اپنے مقصد کو پا چکے۔ اور جیسا کہ اللہ کی ذات سے توقع ہے وہ تو یقیناً اعلیٰ مقامات میں ہیں۔ امام محمدؒ کی جب وفات ہوئی تو بعض عارفین نے خواب میں آپ کو دیکھا اور پوچھا۔ "آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا حق تعالےٰ نے؟"

فرمایا کہ مرنے کے بعد میری پیشی ہوئی۔ حق تعالےٰ کے سامنے۔ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ "اے محمد! میں نے تجھے بخش دیا" اس کے بعد یہ جملہ فرمایا" اگر تجھے بخشنا نہ ہوتا تو اپنا علم تیرے سینے میں کیوں ڈالتا۔ میں نے علم دیا ہی اس لئے تھا کہ تجھے مقبول بنانا تھا۔ تیری مغفرت کرنا تھی۔" تو آج اگر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ گئے ہیں۔ خدا نے ان کے سینے میں قرآن و حدیث کا علم ڈالا تھا۔ وہ اس لئے نہیں ڈالا تھا کہ معاذاللہ ان کو رسوا کرنا تھا۔ وہ اس لئے ڈالا تھا کہ علم عظمت کی چیز ہے اور جس میں علم آ گیا وہ بھی عظمت کی چیز ہے۔ خدا کے ہاں انشاءاللہ ان کے مقامات بہت بلند ہیں۔ جس عالم دین نے ساری عمر تقویٰ و طہارت پر بسر کی، افادے سے بسر کی لوگوں کی تربیت کی، لوگوں کو دین پہنچایا علم پہنچایا تو اللہ کے ہاں یہ خدمات رائیگاں نہیں جاتیں۔ یہ اس لئے کرائی گئیں کہ وہ سربلند رہیں اور اونچے مقامات پر پہنچیں۔

آج ان کا غم نہیں۔ انہیں تو جانا ہی تھا۔ موت ایسی چیز ہے کہ وہی تشریف نہیں لے گئے ہمیں بھی ایک روز جانا ہے۔ غم کی اس میں کوئی بات نہیں۔ اور اگر وہ غم کی چیز ہے تو ہمیں اپنی موت کا غم کرنا چاہئے۔ کہ پتہ نہیں کب آ جائے

میں عرض کر چکا ہوں کہ موت غم کی چیز نہیں۔ غم جدائی کا ہوتا ہے کہ جس سے ہم پریشان ہوتے ہیں، رنجیدہ ہوتے ہیں اور ایک حد تک تو یہ پریشانی بھی اس وجہ سے ہے کہ ان کی مقدس صورت آنکھوں کے سامنے نہیں۔ لیکن ان کی حقیقت آج بھی موجود ہے۔ عالم جب دنیا سے گذرتا ہے تو اس کی ذات گذرتی ہے اس کا علم نہیں گذرتا۔ علم تو آج بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اُسی طرح محفوظ ہے جس علم کو انہوں نے دوسروں میں ڈالا۔ دوسروں کی تربیت کی۔ وہ ان کو سیدھے پکے راستہ پر ڈال گئے۔ جب تک چلنے والے اس راہ پر چلتے رہیں گے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی سمجھی جائیگی۔

حدیث شریف میں آتا ہے چند چیزیں صدقہ جاریہ ہیں۔ ان کا اجر ابدالآباد تک ملتا رہے گا۔ ان میں مختلف چیزیں فرمائی ہیں مثلاً کوئی شخص کنواں بنوا دے، تالاب، سرائے یا مسجد بنوا دے۔ ان میں سے ایک نیک اور صالح اولاد بھی ہے۔ اولاد جس قدر صالح اور متقی ہوگی۔ دوسروں کو نیکی کی راہ پر چلائے گی۔ اس کے ذریعہ سے لوگوں تک جو علم پہنچے گا جتنا ان سب کو اس کا ثواب ملے گا اتنا باپ کو بھی ثواب ملے گا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنی روحانی اولاد اور علمی ذریت پیچھے چھوڑی ہے وہ فی الحقیقت جتنا کام کرے گی۔ جتنا اجر ان کو ملے گا اتنا ہی حضرت مولاناؒ کو اس کا اجر ملے گا۔

ان کے جانے کے بعد بھی ہم ان کے فیوض سے محروم نہیں۔ لیکن آپ کی صورتِ زیبا سامنے نہیں، مقدس شکل آنکھوں سے اوجھل ہے۔ صورت بھی تذکیر کا باعث بنتی ہے۔ اللہ والوں کی صورت دیکھ کر بھی خدا یاد آ جاتا ہے۔ بے شک اس میں تو محرومی ہو گئی۔ ان کو دیکھ کر جو جذبہ ہم اپنے اندر پیدا کرتے تھے اس سے محروم ہو گئے لیکن جو ترکہ وہ چھوڑ گئے ہیں وہ علم و معرفت اور فضل و کمال کا ترکہ ہے۔ حق راہ کا ترکہ ہے بحمداللہ وہ موجود ہے۔

خدا تعالےٰ نے انہیں صالح اولاد دی اور توقع ہے کہ وہ اس ترکہ کو آگے چلائینگی۔ ان کا مشن آگے بڑھائے گی۔ یہ کام روحانی اولاد بھی کرتی ہے اور جسمانی بھی۔ مگر جسمانی اولاد سے توقعات زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ جو مناسبت مزاج اور اتحاد طبع کے لحاظ سے خود اپنی اولاد کو ہوتی ہے وہ دوسرے عزیزوں میں اس درجہ کی نہیں ہوتی۔ وہ خود تھوڑا سا کام بھی کریں تو آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی وحی الٰہی اور وحی خداوندی کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے حق تعالےٰ سے بیٹے کی دعا مانگی۔

دعا مانگنے کا ڈھنگ بھی انبیاء ہی کو آتا ہے۔ ہر ایک کو مانگنے کا طریقہ نہیں انہیں کی جوتیوں کے طفیل ہمیں بھی مانگنا آ گیا اور ہم دعا کر سکتے ہیں۔ اصل دعا کرنا کیا ہے۔ عجیب و غریب انداز سے دعائیں کرتے ہیں۔ عنوان ایسا اختیار کیا گویا قدرتی طور پر اس کا نتیجہ قبولیت کی صورت میں ہی نکلے۔ حضرت زکریاؑ نے حق تعالےٰ سے دعا کی بیٹا مانگنے کی اور بیٹا مانگا۔

تو

اس عنوان سے

مانگا

اس وقت کو یاد کرو اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ٥ کہ جب زکریا علیہ السلام آہستہ آہستہ دل میں اپنے رب سے مراد مانگ رہے تھے۔

مانگنے کا ڈھنگ دیکھئے —— سیدھا یہ نہیں کہا۔ اے اللہ! مجھے بیٹا دے دے بلکہ اوّل اپنی حالت بیان کی۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَہَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا۔ اے میرے رب! بڑھاپا اس قدر چھا گیا ہے کہ میری ہڈیاں سست پڑ گئی ہیں ان میں گودا خشک ہو گیا ہے۔ روغن رہا نہیں، سر بھی دھوپ کی طرح سفید ہو چکا — میری کیفیت یہ ہے کہ اندر قوت رہی نہیں اوپر بڑھاپا چھا گیا ہے — دوسرے لفظوں میں اولاد ہونے کی صلاحیت نہیں رہی کیونکہ اسبابِ ظاہری میں اولاد قوت و طاقت سے ہوتی ہے اور یہاں نہ اوپر جان باقی ہے نہ اندر ہی توانائی کا نشان ——

ساتھ ہی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے یہ بھی عرض کر دیا۔ وَلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ٥ کہ محروم کبھی آپ نے کیا نہیں —— آگے ایک جملہ اور رکھ دیا۔ کہ رشتہ داروں سے توقع نہیں کہ وہ میرے مقاصد کو پورا کریں۔ اور میرے مشن کو آگے چلائیں۔

دنیا میں رشتہ دار ہوتے بھی کس کے ہیں کہ ان سے توقعات وابستہ کی جائیں۔ مرنے والے کے بعد رشتہ داروں کو صرف یہ فکر ہوتی ہے کہ اس نے ترکہ کیا چھوڑا، دولت کتنی باقی ہے جائداد کسقدر ہے کہ وہ اس پر قبضہ کریں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی جنازہ اٹھتا ہے تو ملائکہ اس کے آگے آگے پکار پکار کر کہتے ہیں۔ مَا قَدَّمَ فُلَانٌ مَا قَدَّمَ فُلَانٌ۔ اس شخص نے کیا چیز آگے بھیجی کہ توشۂ آخرت ہو اور سامانِ نجات بنے —— مگر وارث کہتے ہیں —— مَا اَخَّرَ فُلَانٌ مَا اَخَّرَ فُلَانٌ۔ اس شخص نے پیچھے کیا چھوڑا ہے کہ اسے ہتھیا لینے کی فکر کریں اور حرص و ہوا سے پیٹ بھریں۔

مرنے والا ابھی قبر میں بھی نہیں پہنچتا کہ جائداد کے اوپر لڑائی کے منصوبے بننے لگتے ہیں —— جو رشتہ دار اس طرح ہمہ تن متوجہ ہو کر دولت کی طرف بڑھیں۔ ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ مقاصد کو آگے چلائیں گے چنانچہ اسی لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ۔ مجھے رشتہ داروں سے کوئی توقع نہیں۔ اور جہاں تک بیوی کا تعلق ہے وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا ٥ وہ بھی بانجھ ہے بیٹا جننے کی اس میں صلاحیت نہیں۔

گویا اس طرح اسباب ظاہری کا تمامتر فقدان ظاہر کرکے بارگاہِ رب العزت میں عرض مدعا ان الفاظ میں کیا فَہَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ٥ یا اللہ! مجھے ایسا والی اور وارث اپنے خزانۂ غیب سے عطا کر —— وہ کیسا وارث ہو؟ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا ٥ جو میرا وارث ہو۔ اور آلِ یعقوب کی جگہ بیٹھے —— انبیاء کی وراثت دولت نہیں ہوتی، مال نہیں ہوتا علم اور فضل ہوتا ہے، اخلاقی کمالات ہوتے ہیں۔ تو وہ آلِ یعقوب نے علم و اخلاق کا جو ترکہ چھوڑا تھا اس کو سنبھالے وہ وارث بنے نبوت کا — اور لگے ہاتھوں یہ بھی عرض کر دیا کہ وہ پسندیدہ بھی ہو۔

جامعیت دعا کا اندازہ کیجئے کہ اولاد مانگی بھی تو کیسی مانگی کہ ہر طرح پسندیدہ ہو۔ اگر اولاد میرے کام نہ آئی یا دنیا کے کام کی نہ ہوئی اور یا اگر بے ڈھنگی ہوئی تو ایسی اولاد سے کیا فائدہ اور پھر یہ سب کچھ بھی ہو لیکن آپ کے ہاں پسندیدہ نہ ہوئی تو پھر میں ایسی اولاد کو کیا کروں گا۔ اس لئے محض اولاد نہیں مانگتا بلکہ دعا کرتا ہوں کہ اس کو راضی۔ مرضی اور پسندیدہ بنا۔

یہ دعا اور اپنی حالت اس لئے پیش کر دی کہ اگر اپنی یہ حالت پیش کئے بغیر دعا فرماتے تو جواب آ سکتا تھا۔ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں سنت اللہ کے خلاف ہے کہ اس حالت میں بیٹا دیا جائے۔ گو قدرت ہمیں ہے مگر عادت ہماری یہ ہے کہ اسباب و مسببات کے بغیر بیٹا نہیں دیا کرتے۔ آپ کے اندر وہ طاقت نہیں یا ممکن ہے یہ جواب دے دیا جاتا کہ آپ میں گو تھوڑی بہت طاقت موجود ہے لیکن بیوی بانجھ ہے۔ اس میں کوئی صلاحیت نہیں اور عادت اللہ کے خلاف ہے کہ بانجھ کو کوئی اولاد دی جائے تو ایسی حالت میں درخواست کرنا بھی بے معنی سی بات ہوتی۔ کوئی درخواست قانون کو تڑوانے کے لئے نہیں کی جاتی بلکہ قانون کے اندر رہ کر رعایت ملا کرتی ہے ——

یہ بھی ممکن تھا کہ دونوں میں صلاحیت ہوتی اور جواب آ جاتا — کہ رشتہ داروں میں سے کسی کو جانشین بنا لینا آخر تمہیں کیا ضرورت ہے بیٹا مانگنے کی۔ کوئی عزیز قریبی آپ کا کام چلا دے گا۔

یہ ساری پیش بندیاں پہلے ہی کر دیں کہ نہ مجھ میں صلاحیت ہے نہ میری بیوی میں، نہ رشتہ داروں میں کوئی اس کا اہل ہے کہ وہ میرے مشن کی اشاعت کر سکے اور ساتھ ہی یہ کہ آپ نے محروم کبھی کیا نہیں — آپ کے ہاں سے جو مانگا وہ لے کر گیا ہوں۔ یہ ساری باتیں ابتداء میں عرض کر کے بیٹا مانگنے کی درخواست کرنے کے معنی یہ ہوئے۔ کہ میں اسباب سے بیٹا نہیں مانگتا مسبب الاسباب سے بیٹا مانگتا ہوں —— آپ اسباب کے محتاج نہیں —— آپ تو وہ ہیں —— کہ جس نے آدمؑ کو پیدا کیا جب نہ مرد کا وجود تھا نہ عورت کا —— آپ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے آدمؑ کا ہیولہ تیار کر دیا ——

عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نے بغیر باپ کے محض عورت سے پیدا کر دیا —— آپ کی ذات تو وہ ہے کہ حضرت حوّا کو آدمؑ کی پسلی سے پیدا کر دیا جبکہ کسی عورت کا وجود بھی نہ تھا — آپ نہ نر کے محتاج ہیں نہ مادہ کے اور نہ ان کے جمع ہونے کے —— میں اسباب سے نہیں مانگتا مسبب الاسباب سے مانگتا ہوں۔

اس ساری پیش بندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ جواب بجائے اس کے کہ انکار میں آتا یہ آیا۔ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ٥

ترجمہ:- اے زکریا! تحقیق ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھے ایک ایسے بچے کی جس کا نام یحیٰی ہوگا اور اس سے پہلے ہم نے یہ نام رکھا بھی کسی کا نہیں۔

حق تعالیٰ نے بیٹا بھی دے دیا اور نام بھی تجویز فرما دیا۔ اور نام بھی نہایت اچھوتا اور نرالا جو آج تک کسی کا رکھا نہیں گیا —— حضرت زکریا علیہ السلام نے جب وعدہ لے لیا تو پھر خود ہی عرض کرنے لگے۔ اے میرے رب! بیٹا ہوگا کیسے؟ بیوی میری بانجھ ہے اور میں

(باقی صفحہ ١٥ پر)

محمد شفیع عمرالدین (سانگھڑ)

مدینہ منورہ میں حاضری اور روضہ اطہر کی زیارت

بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا؟
عاشقوں کو روزِ محشر منہ نہ دکھلاؤں گا کیا؟

مدینہ منورہ کی طرف آج کل سفر بہت آرام دہ اور آسان ہوگیا ہے۔ اونٹوں کی جگہ بسوں اور موٹروں نے لے لی ہے۔ جو چوبیس گھنٹہ کے اندر مکہ مکرمہ سے مدینہ پہنچا دیتی ہیں۔

حج کے مہینوں کے اوائل میں جانے والے حضرات حج سے قبل اور حج کے عین موقعہ پر پہنچنے والے حج کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کی زیارت کی غرض سے جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ سے محبت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو آپ اپنے اونٹ کو دوڑاتے۔ اور اگر گھوڑے یا خچر وغیرہ پر سوار ہوتے تو اس کو جلد چلاتے۔ یہ اس وجہ سے تھا۔ کہ آپؐ کو مدینہ سے محبت تھی۔ (مشکوٰۃ)

مدینہ منورہ کی قدر و قیمت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھئے۔ آپ دعا فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ (بخاری)

ترجمہ۔ یا اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر۔ اور میری وفات اپنے رسولؐ کے شہر میں فرما

شفاعت کا وعدہ

حدیث۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (تجرید الاحادیث)

ترجمہ۔ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

نیز آپؐ نے فرمایا۔ جو شخص ارادہ کرکے میری زیارت کرے قیامت کے دن میرا ہمسایہ اور میری پناہ میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ باب حرم مدینہ کا بیان)

زیارت کا مرتبہ

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ (مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ جس شخص نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا۔ جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

بے مروتی

حدیث۔ جو شخص خالی حج کرے۔ اور میری زیارت کو نہ آوے اس نے میرے ساتھ بڑی بے مروتی کی (بہشتی زیور حضرت مولانا تھانویؒ)

لہٰذا ہمیں بڑی محبت، ادب اور رغبت کے ساتھ مدینہ شریف جانا چاہئے

آدابِ راہ

اس مبارک سفر میں درود شریف بکثرت پڑھیں۔ نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن مجید نہ چھوٹنے پائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بکمال شوق و محبت کرتے تھے آپ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر فرمایا تھا۔ جن مقامات پر آپؐ نے قیام فرمایا تھا۔ ان مقامات پر ٹھہرتے۔ جن جگہوں پر سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ آپ بھی وہاں پڑھتے۔ جن مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طہارت فرمائی تھی۔ آپ بھی وہاں طہارت کرتے۔ (مہاجرین حصہ دوم)

مدینہ منورہ نظر آیا

مشتاق نگاہیں جب دور ہی سے گنبد خضریٰ پر پڑیں تو درود شریف بکثرت پڑھیں۔ اور یہ دعا مانگیں۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَۃً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ

ترجمہ۔ یا اللہ! یہ تیرے نبیؐ کا حرم ہے۔ پس تو اس کو میرے واسطے آگ سے نجات اور ہر قسم کے عذاب اور برے حساب سے، امان و حفاظت کا ذریعہ بنا۔

مدینہ منورہ میں آپ کو معلم (مزدور) مقرر کرنا ہوگا۔ یہ آپ کی رہائش وغیرہ کا انتظام آپ کی حسب منشا کرے گا۔ آپ اپنا مختصر سامان جو مکہ مکرمہ سے ساتھ لیا تھا۔ جگہ پر رکھ کر مسجد نبویؐ میں جانے کی تیاری کریں۔

حاجی جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ تو سامان اُدھر ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ صرف ضروری اور مختصر سامان ساتھ لیتے ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں قریبًا دس دن کا قیام ہوتا ہے۔ اس مختصر سامان میں احرام کی چادریں ہونی لازمی ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے واپس مکہ مکرمہ کی طرف احرام باندھ کر آنا ہوتا ہے۔

تیاری مسجد نبویؐ میں حاضر ہونے کیلئے

(۱) غسل کرلیں۔ (۲) وضو کرلیں

(۳) لباس پاک ستھرا پہنیں
(۴) خوشبو لگالیں
(۵) مسجد شریف کی طرف پا پیادہ با ادب چلیں۔
(۶) راستہ میں درود شریف پڑھتے ہوئے۔
(۷) بہتر ہے۔ کہ مسجد نبویؐ میں باب جبرائیل سے داخل ہوں۔
(۸) اول دایاں پاؤں اندر رکھیں اور کہیں۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

ترجمہ۔ اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

نیز درود شریف پڑھیں

ریاض الجنۃ میں جانا

حجرہ شریف کے پیچھے سے گزر کر ریاض الجنۃ میں آکر دو رکعت نماز نفل تحیۃ المسجد پڑھیں۔ اگر ریاض الجنۃ میں جگہ نہ مل سکے تو ساری مسجد نبویؐ میں جہاں جگہ مل سکے۔ وہاں پڑھیں

نفل نماز کے بعد خوب عاجزی سے رو کر یا کم از کم رونی صورت بنا کر دعائیں مانگیں۔ گزشتہ گناہوں اور خطاؤں پر ندامت کے آنسو بہائیں

ریاض الجنۃ کے بارے میں حدیث میں وارد ہے۔

مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ (تجرید الاحادیث بحوالہ مسند احمدؒ)

ترجمہ۔ میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے

روضہ اطہر پر سلام کے لئے حاضر ہونا

اگر مکروہ وقت نہ ہو۔ تو تحیۃ المسجد کے نفل پڑھنے کے بعد حجرہ اطہر پر حاضر ہوں۔ اور اگر مکروہ وقت ہو۔ تو بغیر نفل پڑھے حاضر ہوں۔ قبلہ کی طرف پشت کرکے روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہوں۔ ادب، خضوع اور عاجزی کو اپنا شعار بنائیں۔

حجرہ شریف کی جالی سے تین چار ہاتھ دور کھڑے ہوں۔ جالی کو ہاتھ نہ لگائیں۔ بوسہ دینے کی کوشش نہ کریں۔ یہ باتیں بے ادبی میں شامل ہیں۔

آنکھیں اٹھا کر گھور گھور کر نہ دیکھیں بلکہ شرم اور ندامت سے آنکھیں نیچی رکھیں۔

اب دھیمی اور پست آواز سے سلام عرض کریں۔ سورت حجرات میں ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (حجرات آیت ۲)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور نہ بلند آواز سے رسولؐ سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے۔ جیسے کہ آپؐ کی حیات میں آپؐ کے سامنے بولنا مکروہ تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی زندگی میں قابل احترام و عزت تھے اب اور ہمیشہ کے لئے بھی آپؐ اپنی قبر شریف میں زندہ سلامت اور قابل احترام ہیں اور رہیں گے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ اللہ کی قسم اب تو میں آپؐ سے اس طرح باتیں کروں گا۔ جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نرم کلامی کا تو یہ حال ہوگیا تھا۔ کہ دوبارہ پوچھنا پڑھتا تھا"

(تفسیر ابن کثیرؒ)

حدیث۔ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ میں خود اس کو سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجے۔ وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ السَّیِّدُ الْکَرِیْمُ وَالرَّسُوْلُ الْعَظِیْمُ الرَّؤُوْفُ الرَّحِیْمُ۔ وَرَحْمَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَفْوَۃَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّكَ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَجَاھَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ فَصَلِّ عَلَیْكَ صَلَاۃً دَائِمَۃً اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِهِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ (کتاب الدین والحج عربی)

دوسرے کی طرف سے سلام عرض کرنا

کسی عزیز یا دوست نے گھر سے روانگی کے وقت روضہ اطہر پر سلام کرنے کو کہا ہو تو عرض کردیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (ادھر اس کا نام لیں)

سلام حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عرض کرنا

حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کرنے کی سعادت کے بعد ذرا دائیں طرف ہٹ کر حضرت سیدنا ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ کے مواجہہ پر کھڑے ہوں اور سلام عرض کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِی الْغَارِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْنَهٗ عَلَی الْاَسْرَارِ۔ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰی اِمَامًا عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّهٖ فَلَقَدْ خَلَفْتَهٗ اَحْسَنَ الْخَلَفِ۔ وَسَلَکْتَ طَرِیْقَهٗ وَمِنْھَاجَهٗ خَیْرَ سُلُوْكٍ وَنَصَرْتَ الْاِسْلَامَ وَصِلْتَ الْاَرْحَامَ وَلَمْ تَزَلْ قَائِمًا بِالْحَقِّ حَتّٰی اَتَاكَ الْیَقِیْنُ۔ فَالسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَۃُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔

(کتاب الدین والحج عربی)

اگر کسی نے سلام بھیجا ہو۔ تو وہ بھی عرض کردیں۔

سلام حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو عرض کرنا

پھر تھوڑا دائیں طرف ہٹ کر مواجہہ شریف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہوں۔ اور سلام عرض کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا فَارُوْقُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَنْ نَطَقَ بِالصَّوَابِ كَفَلْتَ الْاِیْتَامَ۔ وَصَلْتَ الْاَرْحَامَ۔ وَ قَوِیَ بِكَ الْاِسْلَامُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔ (کتاب الدین والحج)

اس کے بعد کسی نے سلام بھیجا ہو تو عرض کر دیں۔

دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کے مواجہات کے درمیان کھڑے ہونا

اس کے بعد ذرا بائیں طرف ہٹ کر حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مواجہات کے درمیان کھڑے ہو کر کہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا وَزِیْرَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا یَا مُعِیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمَا وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کے سامنے حاضر ہونا

اب بائیں طرف لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف کے سامنے حاضر ہوں

حمد وثنا اور درود شریف کے سامنے حاضر ہوں۔

حمد وثنا اور درود شریف پڑھیں اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر خوب عاجزی اور تضرع سے مسنونہ دعائیں مانگیں۔ اپنے لئے اپنے والدین، خویش و اقارب اور سب مسلمانوں کے لئے فلاح دارین کی دعا مانگیں۔ یہ قبولیتِ دعا کا مقام ہے

مدینہ منورہ میں قیام اور اشغال

(۱) نماز پنجگانہ مسجد نبویؐ میں باجماعت ادا کرتے رہیں۔

حدیث میں وارد ہے۔ جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں اسے دوزخ کی آگ، عذاب اور نفاق سے نجات ہے۔ (مسند احمدؒ)

نیز حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ مسجد نبویؐ میں ایک نماز پڑھنا۔ پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے (مشکوٰۃ)

(۲) سلام مذکورہ بالا طریقہ سے بکثرت کرتے رہیں۔ عموماً پنجگانہ فریضہ نماز کے بعد یا ان سے قبل سلام پیش کرتے رہیں۔ آپ اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ مگر جملہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں

(۳) کم از کم ایک ختم قرآن کریم مسجد نبویؐ میں کریں۔

(۴) جب مسجد شریف میں جائیں اعتکاف کی نیت کر لیں۔

(۵) نفل بکثرت پڑھتے رہیں۔ تہجد اور اشراق نمازیں نہ چھوڑیں۔

(۶) درود شریف بکثرت پڑھیں خصوصاً روضہ اطہر کے سامنے۔

(۷) جنت البقیع کی زیارت کریں۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہم اور بہت سارے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آخری آرامگاہیں ہیں۔ ادھر سلام عرض کریں۔ اور دعا مانگیں۔ اول سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اِمَامَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ۔ یَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُجَهِّزَ جَیْشِ الْعُسْرَةِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا شَهِیْدَ الدَّارِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

(۸) ہفتہ کے دن مسجد قبا میں جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھنے سنت ہیں۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ الخ (التوبۃ آیت ۱۰۹)

ترجمہ۔ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اس کی رضا مندی پر رکھی ہے۔

اس آیت شریفہ میں 'عمارت' سے مراد مسجد قبا اور مسجد نبویؐ ہیں مسجد قبا میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور مدینہ منورہ سے پکی سڑک جاتی ہے۔ کیونکہ اب مدینہ منورہ کی آبادی اس طرف بڑھ گئی ہے۔ یہ مدینہ منورہ کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ حجاج اکثر پا پیادہ روزانہ مسجد قبا کو جاتے نظر آتے ہیں۔

مسجد قبا میں نفل نماز پڑھنا عمرہ کے ثواب کا درجہ رکھتا ہے۔

(۹) زیادہ وقت مسجد نبویؐ میں رہیں۔ اور آداب کا ہر وقت خیال رکھیں۔ اپنی آواز بلند نہ کریں۔ کوئی دنیاوی بات نہ کریں۔ خوب ذوق و شوق کے ساتھ عبادت میں لگے رہیں۔

(۱۰) اہل مدینہ منورہ سے محبت اور مروت سے پیش آئیں۔ ان کے ساتھ کوئی فریب یا دھوکہ نہ کریں حدیث شریف میں آیا ہے۔ جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ مکر و فریب کرے گا۔ وہ اس طرح گھل جائیگا جس طرح نمک پانی کے اندر گھل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۱۱) حدیث میں آیا ہے۔ کہ احد ایک پہاڑ ہے۔ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ ہم اس کو دوست رکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اس کے دامن میں حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔ جدھر حجاج جا کر زیارت کرتے ہیں۔ اور دعا مانگتے ہیں۔

کوہ احد، مسجد قبلتین، اور دیگر مساجد جو مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں ہیں۔ کی طرف بسیں چلتی ہیں آپ ان مقامات پر ایسے وقت جائیں۔ کہ نماز باجماعت حرم نبویؐ میں آکر پڑھ سکیں۔

(۱۲) حرم مدینہ منورہ میں جن باتوں کی ممانعت ہے۔ ان سے بچیں۔

مدینہ منورہ حرم ہے۔

مقام عیر سے ثور تک (یہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں۔ جو مدینہ منورہ کے دونوں طرف واقع ہیں)

حدود حرم مدینہ منورہ کے دونوں طرف واقع ہیں۔

حدود حرم مدینہ منورہ میں شکار نہ کیا جائے۔ خار دار درخت نہ کاٹے جائیں۔ خون ریزی نہ کی جائے لڑنے کے لئے ہتھیار نہ اٹھایا جائے

مولانا نورالنبی خطیب جامع مسجد مچھلی مارکیٹ کوئٹہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کا

آنا رہنا اور جانا سب مبارک ہے

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ رشد و ہدایت کا ایک سر چشمہ تھے۔ کہ جس سے لاکھوں تشنگان ہدایت سیراب ہوئے اور ہوتے رہیں گے آپ کے علم و عمل کی تمام صلاحیتیں اور خوبیاں قرآن و حدیث کی اشاعت کے لئے ہی وقف تھیں اس راستے میں کبھی خوف و خطر کو خاطر میں نہ لاتے تھے آپ ہند و پاک کے علماء اسلام کی اس سرفروش اور لا یخافون لومۃ لائم جماعت کی آخری نشانی تھے جنہوں نے ملک کی آزادی اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر بارہا قید و بند کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں۔ علماء اور عوام میں دینی لحاظ سے آپ کی مرکزی شخصیت تھی۔ زہد و تقویٰ خلوص و پاکبازی کا مجسمہ اور اسلام کا عملی نمونہ تھے آپ کی زبان۔ اخلاق و اطوار۔ نورانی چہرہ بلکہ زندگی کی ہر حرکت و سکون سے یہ شہادت ملتی تھی۔ کہ آپ اس زمانہ میں قرآنی نمونہ اور اس کی زندہ تصویر تھے۔ جب کبھی بھی آپ کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ تو ہمیشہ اپنے خیالات تصورات قلب و دماغ بلکہ اپنی پوری ہستی کو آپ کی شخصیت میں گم تام پایا۔

خرد و ہوش و دل و جان و چشم من باشد
زہمہ خیال خالی بجز از خیال رویت

اور پھر اس روحانیت کی پاکیزہ فضا میں قلب و دماغ اس اینٹ پتھر کی دنیا کے تصورات سے یکسر خالی ہوکر محبت الٰہی کے سرور سے مسرور اور انوار معرفت سے منور ہوجاتے ہیں۔ عارف رومیؒ فرماتے ہیں ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی

اگر تو صاحب بصیرت ہے تو اچھی طرح دیکھ کہ اللہ کا نور ولی اللہ میں چمکتا ہے۔ آپ کی مجلس میں اس محبت و معرفت کی غذا سے اپنی روحانی نشو و نما محسوس ہوتی ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اور پھر آپ کی مجلس سے جدا ہونے کے بعد متضاد جذبات کی کشمکش عارف رومی کے اس شعر کے بالکل مطابق پائی جاتی ؎

دل ترا در کوئے اہل دل کشید
تن ترا در حبس آب و گل کشید

تیرا دل تو تجھے اولیاء اللہ کی مجلس میں لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر تیرا جسم تجھے اس آب و گل کی دنیا کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہا ہے حضرت علامہ انور صابری مدظلہ العالی نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کا کس قدر صحیح نقشہ اپنے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے یہ اشعار اور خدام الدین کے صفحہ [illegible] کے اشعار حرف فی الحقیقت [illegible] ملحوظ ہوتے ہیں۔ علامہ صاحب کے سب اشعار اور فقرے بالکل حقیقت حال بیان کر رہے ہیں۔ کہ بار بار پڑھنے سے بھی طبیعت سیر نہیں ہورہی

مشیت کے ارادوں کی حسیں تفسیر دیکھی تھی
مزاج سرور کونین کی تصویر دیکھی تھی
رخ علامہ احمد علی کی ہر تجلی میں
نبوت کے سراج علم کی تنویر دیکھی تھی
مجھے اپنی نگاہوں پر نہ کیونکر ناز ہو انور
قرون اولیں کے خواب کی تعبیر دیکھی تھی

(خدام الدین ۲۰ اپریل ۱۹۶۲ء)

یہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ قطب الاقطاب جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور تھے۔

نہیں ہے کم یہ سعادت میری نظر کے لئے
بہت قریب سے احمد علی کو دیکھا تھا

نزول قرآن۔ رمضان المبارک .... آپ کی پیدائش رمضان المبارک وفات رمضان المبارک اور پوری زندگی پر عشق قرآن کا غلبہ۔ سبحان اللہ کس قدر مماثلت پائی جاتی ہے

آپ کے آنے رہنے اور جانے میں ؎

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

حضرت امیر شریعتؒ

ہند و پاک کے خطیب اعظم حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ غیر متزلزل عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے پیکر سیاسی تدبر و بصیرت اور اسلامی تہذیب و تمدن کے علمبردار تھے۔ آپ کی سیاست مذہب کے تابع تھی۔ حق گوئی اُن کا شیوہ تھا۔ سیاسی و غیر سیاسی مکر و فریب اور چالبازیوں سے آپ کو نفرت تھی۔ اور انہیں گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ عشق رسول ان کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ حضرت امیر شریعت اپنے متعلق ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور انگریز کی بغاوت۔ یہی میرا ایمان ہے اور رہے گا۔

میرے نزدیک اللہ تعالیٰ معبود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب اور انگریز مغضوب ہے۔

فرمایا کرتے تھے۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں۔ جب آپ حجازی لہجے میں قرآن پڑھتے تو سامعین کا دل یہی چاہتا تھا۔ کہ بس شاہ جی آج تو صرف قرآن پاک کی ہی تلاوت فرماتے رہیں۔

امیر شریعت کی معجزانہ خطابت کی تاثیر و حلاوت جرأت و بیباکی حق گوئی و شعلہ بیانی ضرب المثل تھی۔ مسجد شہید گنج کے زمانہ میں جالندھر میں احرار کے ایک جلسہ میں احرار کے ایک بہت بڑے رہنما کی تقریر کے دوران لوگوں نے پتھر برسانے شروع کردیئے۔ تو حضرت شاہ صاحب نے سٹیج پر کھڑے ہوکر پتھر برسانے والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم بیشک پتھر برساؤ اگر بخاری نام ہے۔ تو قتل ہونا منظور ہے۔ لیکن پیغام حق سنا کے چھوڑوں گا۔ قتل ہونا سیدوں کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے کربلا میں بھی رسول کا نواسہ شہید ہوا تھا۔ میں بھی سرور کائنات فخر موجودات کا نواسہ ہوں۔ حق کہوں گا۔ اور حق کے

اظہار سے ہرگز باز نہ رہوں گا۔ اس خطیب اعظم کی بس اتنی سی شعلہ بیانی کا یہ اثر ہوا۔ کہ پتھر آنے بند ہوگئے۔ اور جلسہ اپنے پروگرام کے مطابق جاری رہا۔

خطابت کی اقلیم کا شہریار
سخن جس طرح آبِ کوثر کی دھار
مشیت کی مشاطگی کا جمال
ہمہ خیر و برکت ہمہ کیف و حال
ابد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا

امیر شریعت نے ملک و ملت کی آزادی اور عشق رسول کی پاداش میں مصائب و تکالیف اور ظلم و ستم جس ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کئے وہ بھی انہیں کا حصہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب کا تقویٰ و طہارت اخلاص و وفا، صدق و صفا، حق گوئی و بیباکی جرأت و شجاعت اور صبر و استقلال کا یہ مقام تھا کہ استاذ العلماء حجۃ السلف والخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے انہیں امیر شریعت کا خطاب دے کر خود ان کے ہاتھ پر پہلے بیعت فرمائی اور پھر پانچ سو علمائے کرام نے آپ کو امیر شریعت تسلیم کرتے ہوئے بیعت کی۔ اس امیر شریعت نے اپنی پوری زندگی مذہب و ملت کے لئے وقف کر کے وہ کارنامے سرانجام دیئے۔ جن میں کوئی دوسرا ان کی ہمسری نہ کر سکا۔

آپ کی پیدائش ربیع الاول وفات ربیع الاول اور پوری زندگی پر عشق رسول کا غلبہ۔ الحمد للہ کس قدر مماثلت پائی جاتی ہے۔ آپ کے آنے رہنے اور جانے ہیں

کانوں میں گونجتے ہیں بخاری کے زمزمے
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

قارئین کرام بعض چیزوں کو بعض سے مناسبت اور تعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ اس قسم کی بعض مناسبتیں اور تعلقات اسلام میں بیان بھی کئے گئے ہیں چنانچہ قرآن پاک اور رمضان المبارک کو جو ایک دوسرے سے خاص مناسبت اور تعلق ہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ وضاحت کے ساتھ امت کو بتایا کہ تمام آسمانی صحیفوں اور کتابوں کو رمضان المبارک سے مناسبت اور تعلق ہے۔ کہ صحف ابراہیم علیہ السلام تورات زبور انجیل بھی ماہ رمضان المبارک میں نازل ہوئی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرَ میں ہر چیز کا محبوب ہونا نسبت عددی کی بنیاد پر ہے اور بعض دفعہ اس قطع نسبت کی بنیاد پر ہی انسان مردود ہو جاتا ہے چنانچہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ میں مردود ہونے کی بنیاد قطع نسبت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اور بھی بیشمار نظریں پائی جاتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ نسبت کی بنا پر کسی چیز کے محبوب یا مردود ہونے کی کیا وجہ ہے۔

تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ ظاہری مناسبتیں طبعی اور باطنی کیفیت کا عنوان ہوتی ہیں۔ اور پھر ہر آدمی کی اسی مشرب اور مسلک کی طرف کشش ہوتی ہے۔ جس کا مذاق اس کی طبیعت میں موجود ہوتا ہے یہ مذاق یا تو فطری طور پر طبیعت میں ودیعت ہوتا ہے۔ یا کسی اچھی یا بری سوسائٹی کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ان چند تمہیدی سطروں کے بعد ہم اگر دونوں حضرات قطب الاقطاب جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا احمد علیؒ اور خطیب اعظم مجاہد ملت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ دونوں اللہ والوں کی اپنی اپنی پیدائشی مناسبتیں اور ان کی پوری زندگی کے اندر ایک میں عشق رسول اور دوسرے میں عشق قرآن کے دلنواز اور روح پرور نظارے اور پھر ان اللہ والوں کی باہمی مماثلت۔ محترم جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کے الفاظ میں شاہ جی حضور سرور کائنات کی ختم المرسلینی کے پاسبان تھے۔ اور سیدی احمد علیؒ کا وجود خود عقیدۂ ختم نبوت کی صداقت کی مجسم دلیل۔ اسلام شاہ جی کی زبان سے بولتا تھا۔ اور سیدی احمد علیؒ چلتا پھرتا اسلام تھے۔ شاہ جی عشق رسول اور عشق قرآن ایک ہی کیفیت کے دو نام تھے اور شیخ التفسیر اس کی جامع اور اکمل تصویر۔ اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ لِلْخَوَاتِیْمِ اور پھر وفات کے وقت بھی ان اللہ والوں کی مناسبت رسول اور قرآن سے ہونا یہ اتفاقی بات نہیں ہے۔ بلکہ ان کا یہ اپنا اپنا موہوب شرف و فضل اور خداداد منصب تھا۔ کیونکہ یہ انسانی دنیا اپنے وجود اور بقاء کے لئے جس طرح مادی نظام و تربیت کی محتاج اور ضرورتمند ہے۔ اسی طرح روحانی نظام و تربیت کی بھی اسے اشد ضرورت ہے۔ اس روحانی نظام و تربیت کے متعلق رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ (متفق علیہ) مشکوٰۃ باب ثواب ہذہ الامۃ۔ ترجمہ ہمیشہ رہے گی میری امت میں ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ قائم کوئی خواہ ان کی مددگاری ترک کر دے۔ یا ان کی مخالفت کرنے لگ جائے۔ ان کا کوئی نقصان نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (موت) آئے گا اور وہ اپنے اسی کام پر ہوں گے۔ مظہر انوار قاسمیہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب عمت فیوضہم نے تحریر فرمایا ہے۔ کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول خدا کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔ یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ۔ مشکوٰۃ۔ اس علم دین کو ہر دور میں اعتدال پسند خلف اپنے سلف سے لیتے رہیں۔ غلو پسندوں اور حدود اعتدال سے گزر جانے والوں کی تحریفوں باطل پرستوں کی دروغ بافیوں اور جہلا کی رکیک تاویلوں کو رد کرتے رہیں گے (عقائد کی حقیقت ص۲۱)

الحمد للہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کی رو سے اس امت کا کوئی زمانہ بھی روحانی نظام و تربیت سے نہ خالی رہا ہے اور نہ انشاءاللہ تا قیام قیامت خالی رہے گا اور ہر زمانہ میں مسلمانوں کی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کے مسلک کی راہنمائی کرنے والی جماعت موجود رہی ہے اور رہے گی ہمارے اس آخری دور میں بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عاشق رسول، مجاہد ملت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم الشان جماعت کے جس کا ذکر حدیث مندرجہ بالا، لا یزال من امتی امۃ قائمۃ اور حدیث یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ و حدیث ما انا علیہ واصحابی میں ہے کے درخشندہ ستارے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن جن مناسبتوں کے ساتھ ان دونوں حضرات کو خاص کیا تھا یہ ظاہری مناسبتیں ان کے باطنی کمالات اور قلبی انوار کا عنوان تھیں۔ ان دونوں اللہ والوں کا یہ موہوب فضل و شرف نیز پوری زندگی کا تقویٰ و طہارت اور

ایم عبدالرحمن لودھیانوی شیخوپورہ

کعبہ کی فضیلت اور تاریخ

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بزرگی کا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے

(۲)

تاریخ کعبہ

بیہقی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر آئے تو وحشتِ تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ بار خدایا! اس جگہ نہ کوئی مسقف مکان ہے نہ مل کر عبادت کرنے کا سامان، وہاں سے حکم ہوا تو ہماری عبادت کے لئے ایک گھر بنا۔ کہ یہ سب گھروں سے اوّل گھر ہو اس لئے اس کے بعد تو تیری اولاد بہت سے مکانات بنائے گی۔ آدمؑ نے عرض کیا۔ کس جگہ؟ جبرئیلؑ نے کعبہ کی جگہ بتائی۔ آدمؑ نے پتھروں کی بنیاد زمین پر چنی اس پر ایک خیمہ نورانی (جو ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کا طواف گاہ ہے۔ اور جس کو بیت المعمور کہتے ہیں) رکھا پس آدمؑ وہاں طواف کرتے اور اس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوحؑ میں وہ سب مفقود ہوگیا اور ایک سرخ ٹیلہ سا طوفان کے بعد باقی رہا لیکن اچھے لوگ وہاں حاضر ہوکر عبادت کرتے۔ اور دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے۔ تو آثار قبولیت پاتے جب حضرت ابراہیمؑ عرب میں حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے آئے۔ تو انہوں نے اسی بنیاد پر بحکم الٰہی اس مکان کو بنایا اور تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ طوفان نوحؑ کے بعد جب حضرت نوحؑ کی اولاد پھیلی تو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً دو ہزار دو سو چالیس برس پیشتر شہر بابل اور اس کے برج کی بنیاد ڈالی گئی۔ یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان دوابہ میں بقول بعض فرات کے کنارہ پر واقع تھا۔ اور اس کے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر شہر نینوا تھا۔ اسی جگہ حضرت یونسؑ پیدا ہوئے تھے۔ اس شہر کو نینوس بادشاہ نے آباد کیا تھا۔ یہ بھی بابل کی طرح بڑا شہر تھا۔ ۲۵ فرسخ کے دور میں اس کی شہر پناہ تھی۔ لیکن بابل کی شہر پناہ بیس گز چوڑی اور سو گز بلند تھی۔ بخت نصر بھی اس شہر کے فرمانرواؤں کا ایک بادشاہ تھا۔ ان لوگوں کو کلدانی اور کسدی بھی کہتے ہیں۔ طوفان کے بعد یہیں سے مختلف زبانیں پیدا ہوئیں۔ اور یہاں کے لوگ بڑے بڑے علوم و فنون کے ماہر تھے۔ مگر اب یہ شہر بالکل اجڑا ہوا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ تارخ کے بیٹے ہیں جن کو آزر بھی کہتے ہیں۔ کلدانی لوگ عام طور پر مذہباً صابی تھے بت پرست تھے۔ وہ لوگ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو بھی پوجتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے ابتدائے عمر سے حضرت ابراہیمؑ کو نور نبوت سے منور کیا۔ تو انہوں نے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے انکار کیا۔ اور قوم پر واضح کردیا کہ یہ نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں۔ اور نہ نقصان، یہ قابل پرستش نہیں۔

آخرالامر نمرود نے جو شاہ ضحاک کی طرف سے عراق کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ (بعض کہتے ہیں کہ مستقل بادشاہ تھا) حضرت ابراہیمؑ کو جلتی آگ میں ڈال دیا۔ لیکن وہ خدا کے فضل سے صحیح و سلامت آگ سے نکل آئے۔

يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ پ

۱۷ ع ۵ پھر تو چند آدمی حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے اور خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ یہاں سے ہجرت کر جاؤ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ بن حاران کو لے کر ملک فلسطین میں آئے اور حران میں ٹھہرے وہاں جب قحط پڑا۔ تو مصر چلے گئے مصر کے بادشاہ نے جو سارہؑ کے حسن و جمال کا شہرہ سنا۔ تو اس کو اپنے پاس بلایا۔ مگر جب قصد کیا تو خدا نے اُس کو شل کردیا۔ آخر اُس نے سارہؓ کو مع ساز و سامان ابراہیمؑ کے پاس بھیج دیا۔ اور ان کے ساتھ اپنے خواص میں سے ایک نوجوان عورت ہاجرہؓ بھی دی۔ ابراہیمؑ وہاں سے لوٹ کر پھر ملک فلسطین میں آئے۔ حبرون کے پاس مقام کیا۔ حضرت سارہ کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس نے ابراہیم سے کہا۔ کہ تم ہاجرہ کے پاس جاؤ۔ شاید اس سے میرا گھر آباد ہو۔

پس جب ہاجرہ حاملہ ہوئیں۔ تو رشک سے سارہ نے اس پر سختی کی۔ ہاجرہ بھاگ کر اور جگہ چلی گئیں۔ وہاں فرشتہ نے ظاہر ہوکر اس کو بشارت دی غم نہ کر تو ایک بیٹا جنے گی۔ اُس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا۔ سو ہاجرہ نے اسمٰعیلؑ کو جنا ابراہیمؑ کی عمر اُس وقت چھیاسی برس کی تھی۔ اور سو برس کی عمر میں خود سارہ کے پیٹ سے ایک لڑکا تولد ہوا تو اس کا نام اسحٰقؑ رکھا۔ اور اُن کے دودھ بڑھنے کی خوشی میں کسی بات پر خفا ہوکر سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا۔ کہ لونڈی اور اس کا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔ اس کو اور اُس کی ماں کو کسی جنگل میں چھوڑ آؤ مگر یہ بات ابراہیمؑ کو بُری معلوم ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کہا تو اس بات کو بُرا خیال مت کر آخرالامر حضرت ابراہیمؑ اُن کو لے کر منزل بہ منزل اُس جگہ پہنچے کہ جہاں اب کعبہ ہے۔ اور جس جگہ اب چاہِ زمزم واقع ہے۔ وہاں ایک درخت تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو وہاں بٹھا دیا۔ اور ایک مشک پانی بھر کر اور کچھ کھجوریں اور روٹیاں اُن کے پاس رکھ کر چلے۔ مگر دل اس صدمہ سے چُور چُور تھا۔ مجبوراً آنکھوں میں آنسو اور دل میں آہ و نالہ لیکر واپس پھرے اور جب اُن کی نظر سے غائب ہوگئے تو ایک جگہ ٹھہر کر گریہ وزاری کے ساتھ خدا سے یہ دُعا کی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ

الٓر پ ۱۳ رکوع ۱۸

ترجمہ۔ اے رب! میں نے اپنی ایک اولاد کو ایسے میدان میں بسایا ہے کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس اے ہمارے رب! تاکہ

نماز کو قائم رکھیں سو بعض لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دے اور اُن کو میووں سے روزی دے شاید وہ شکر کریں۔

خدا تعالٰے کے حکم سے آپ حضرت اسمٰعیلؑ کو بحالت شیر خوارگی اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو یہاں چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ بعدہٗ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے (کیونکہ اللہ تعالٰی نے حضرت اسمٰعیلؑ کی تشنگی اور ہاجرہ کی بے تابی کو دیکھ کر فرشتہ کے ذریعہ سے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا جرہم کے خانہ بدوش لوگ وہاں پانی دیکھ کر اتر پڑے۔ اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے۔ اسمٰعیلؑ جب بڑے ہوئے تو اُسی قبیلہ میں اُن کی شادی ہوئی اس طرح جہاں آج مکہ ہے۔ ایک بستی آباد ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لاتے تو اس شہر اور اہل شہر کے لئے دُعا فرماتے۔ کہ خداوندا! میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسایا ہے۔ تاکہ یہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں۔ تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے نیز اُن کی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرمادے۔ کہ غلہ اور پانی سے گزر کر عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے۔ تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکرگزاری میں لگے رہیں۔ حق تعالٰی نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں۔ آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کشاں کشاں وہاں جاتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے پھل اور میووں کی مکہ میں وہ بہتات ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی پھل دار درخت موجود نہ ہوگا (مولانا عثمانیؒ)

صفا اور مروہ کا بیان روایات صحیحہ سے

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اُس وقت شیر خوار بچے تھے۔ جب کہ ابراہیمؑ اُنہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ ادھر جب تک مشک میں پانی باقی رہا تو حضرت ہاجرہ اس کو پی کر اسمٰعیلؑ کو دودھ پلاتی رہیں۔ پس جب پانی ختم ہوچکا۔ اور پیاس کا سخت غلبہ ہوا اور بچہ پیاس کے مارے زمین پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ تو ہاجرہ بیقرار ہوکر پانی کی تلاش میں اُٹھیں۔ اور قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ جس کو صفا کہتے ہیں۔ اس پہ پانی دیکھنے کو چڑھیں کہ لڑکا نظر سے غائب نہ ہو۔ وہاں اِدھر اُدھر بہت کچھ دیکھا۔ کچھ نظر نہ آیا۔ مایوس ہوکر وہاں سے اُتریں۔ اور اس کے بالمقابل دوسری پہاڑی مروہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور رستہ میں یہ خیال آیا۔ کہ مبادہ کوئی درندہ آکر میرے بچہ کو نہ لے جائے اسی خیال سے اس میدان کے نشیب میں جس کو بطن الوادی کہتے ہیں۔ جلدی جلدی دوڑنا شروع کیا۔ اور دامن اُٹھا کر تیزی سے چلیں۔ اور جب نشیب سے جو اس پہاڑی کے نیچے تھا۔ نکل کر ہموار جگہ پہ آئیں تو دوڑنا موقوف کیا۔ کیونکہ اس جگہ سے لڑکا نظر آتا تھا۔ پس جب وہ مروہ پر پہنچیں تو اُسی قدر بلندی پہ چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔ مگر کچھ نظر نہ آیا پھر صفا کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور اسی نشیب میں پھر اسی طرح دوڑ کر چلیں۔ اسی طرح صفا سے مروہ تک سات بار اس بیقراری کے ساتھ آمدورفت کا اتفاق ہوا۔ اس مقام پر حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ حج میں جو صفا مروہ پر سات بار سعی کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہے کہ لوگ ہاجرہ کی بیکسی اور اضطراب اور خدا کی فریادرسی کو یاد کریں۔ اور اپنے آپ کو خدا تعالٰے کے آگے ایسی ہی حالت بے چارگی میں پیش کریں۔ جو نزول رحمت کا باعث ہو۔ ظاہر ہے کہ بیکسوں کی صورت بنانی اور اُن کی طرح گریہ وزاری کرنی بھی نزول رحمت کا باعث ہے۔ اس لئے بوقت مصائب استسقاء وغیرہ میں اُمراء اور بادشاہوں کا فقیرانہ حالت بنا کر دعا کرنا باعث حل مشکلات ہوتا ہے۔ اور یہ تمام خدا پرست قوموں کا دستور ہے۔ اس پہ طعن کرنا عقل کا قصور ہے۔

آبِ زمزم کا چشمہ

آخر مروہ پہ آواز آئی کہ کچھ اندیشہ نہ کر۔ پھر یہی آواز سنی تو لوٹ کر بچہ کے پاس آئیں۔ تو کیا دیکھتی ہیں۔ کہ بچہ کے پاس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہے۔ زمین میں پانی خود بخود نکل رہا ہے ہاجرہ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ اور اس پانی کے اردگرد مٹی اور پتھروں سے آڑ بناکر حوض کی طرح اس کو جمع کرلیا۔ اور اپنی مشک کو بھرلیا۔ کہ مبادا پانی ختم ہوجائے اور ہم پھر پیاس سے مرنے لگیں۔ (آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ کہ خدا ہاجرہ پر رحم کرے۔ اگر وہ اس وقت بند نہ لگاتیں تو زمزم ایک جاری چشمہ بن جاتا) اس کے بعد فرشتہ نے اُن کو تسلی دی کہ تم خاطر جمع رکھو۔ یہاں خانہ خدا ہے۔ اس کا یہ لڑکا جوان ہوکر باپ کے ساتھ تعمیر کرے گا۔ اور اس جگہ رہنے والوں کو خدا ضائع نہیں کرتا۔ اس جگہ ایک ٹیلہ تھا۔ اس کے آس پاس برساتی پانی کے نالے بہا کرتے تھے۔ اسمٰعیل اور اُن کی والدہ تنہا وہاں رہنے لگے۔ اتفاقاً قوم جرہم کا ایک قافلہ ملک یمن سے اُدھر آ نکلا انہوں نے دور سے دیکھا۔ کہ ایک جگہ بہت سے پرند اُڑ رہے ہیں۔ وہاں ضرور پانی ہوگا۔ ہم کئی بار ادھر سے گزرے ہیں۔ پہلے تو کبھی یہ بات دیکھی نہ تھی انہوں نے ایک شخص کو بھیجا۔ اس نے آکر خبر دی۔ کہ ایک عورت اور اس کا بچہ بیٹھے ہیں اور پانی کا چشمہ زمین سے جاری ہے۔ قافلہ وہاں آیا۔ اور ہاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت مانگی۔ اُنہوں نے تنہائی سے بچنے کے لئے ان کے رہنے کو غنیمت جانا۔ مگر یہ شرط کی کہ اس پانی میں تمہارا کوئی حق اور حصہ نہ ہوگا۔ اُنہوں نے اس شرط کو تسلیم کرلیا۔ اور وہیں رہنے لگے اور اب وہاں ایک چھوٹا سا گاؤں بس گیا۔ کچھ اور لوگ بھی آ بسے۔ اسمٰعیل نے ان لوگوں سے عربی زبان سیکھی اور نوعمری میں اپنی لیاقت اور کرامت موروثی کو لوگوں کے دل میں تہ نشین کردیا۔ کہ جس سے وہاں کے سردار نے نہایت آرزو سے اپنی بیٹی کا نکاح اُن سے کیا اس عرصہ میں ہاجرہ کا انتقال ہوگیا۔

پہلی دفعہ حضرت ابراہیمؑ کا عرب کو واپس آنا

اس زمانہ میں سارہ کے ہاں اسحٰق پیدا ہوئے۔ اور بڑے ہوئے۔ تو اُن کا کچھ رشک کم ہوا۔ تو حضرت ابراہیمؑ ان کی اجازت سے اسمٰعیل کے دیکھنے کو عرب

مولانا بہاالدین صاحب فاضل دیوبند

انسانیت کے چراغ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گزر ہو جاتا۔ تو ان کے اہل و عیال اس کو شریک طعام کر لیتے۔ لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے۔ البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گزرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے۔ اور کہتے کہ یہ لوگ اس کو بلاتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش نہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کو کھانے کی خواہش ہے ایک بار ان کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی۔ ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ کانوں میں ایک مسکین کی صدا آئی۔ فرمایا "اس کو دے دو" بیوی کو عذر ہوا، لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر مسکین کو ایک دینار دے کر راضی کر لیا گیا۔ ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں، بولیں کیا کروں ان کے لئے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ تو کسی مسکین کو ضرور شریک کر لیتے ہیں چنانچہ اس کے انسداد کے لئے جو فقیر و مساکین ان کے راستے میں بیٹھتے تھے۔ انہوں نے ان سے کہلا بھیجا کہ اب کے ان کے راستے میں نہ بیٹھو وہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو ان لوگوں کو گھر سے بلوا بھیجا ان کی بیوی نے ان سے کہہ دیا تھا۔ کہ بلانے پر بھی نہ آنا چنانچہ وہ لوگ نہ آئے۔ تو اس رات کو کھانا نہیں کھایا

حضرت حارثہؓ بن النعمان اندھے ہوگئے تھے۔ اس لئے اپنے مصلے سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا۔ جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آکر اس کو دے دیتے گھر کے لوگوں نے کہا ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں۔ بولے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مسکین کو دینا بری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے

ایک دن حضرت عائشہؓ روزے سے تھیں۔ اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا تو انہوں نے لونڈی سے کہا کہ "وہ روٹی اس کو دے دو" اس نے کہا افطار کس چیز سے ہوں گی۔ بولیں۔ دے تو دو۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا۔ لونڈی کو بلا کر کہا۔ دیکھا، یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹنی سوار ہوتے تھے۔ اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی۔ تو اونٹنی کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اس کو اٹھاتے تھے۔ لوگ کہتے کہ آپ نے ہم سے کیوں نہیں کہا، ہم اٹھا دیتے فرماتے "میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کسی سے کچھ نہ مانگ۔ ایک بار آپ نے فرمایا۔ کہ جو شخص یہ ضمانت کرے کہ کسی سے سوال نہ کریگا۔ میں اس کے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں" آپ کے مولیٰ ثوبان بولے میں ضمانت کرتا ہوں چنانچہ اسکے بعد وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے

ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ان کا سوال پورا کیا۔ پھر مانگا، پھر دیا، پھر مانگا، پھر عنایت فرمایا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ اے حکیم یہ مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے۔ جو شخص اس کو فیاض دلی کے ساتھ لیتا ہے۔ اس کو برکت نصیب ہوتی ہے۔ اور جو شخص اس کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ اس کو برکت نصیب نہیں ہوتی اور وہ مثل اس آدمی کے ہوتا ہے۔ جو کھاتا تو ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہر حال بہتر ہے۔ حضرت حکیم بن حزام نے اس وقت عہد کر لیا۔ کہ اب تا دم مرگ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔ اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ ان کو عطیہ دینے کے لئے طلب فرماتے تھے اور وہ انکار کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو عطیہ دینا چاہا۔ مگر انہوں نے رد کر دیا۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "مسلمانو! گواہ رہنا، میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول نہیں کرتے"

ایک بار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا، سوء اتفاق سے آپ کے گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ آج کی شب کو اس مہمان کا حق ضیافت کون ادا کرے گا؟ ایک انصاری یعنی حضرت ابوطلحہؓ نے کہا۔ "میں یا رسول اللہ" چنانچہ اس کو ساتھ لے کر گھر آئے بی بی سے پوچھا "کچھ ہے"؟ صرف بچوں کا کھانا ہے" بولے "بچوں کو تو کسی طرح بہلاؤ، جب میں مہمان کو گھر لے آؤں تو چراغ بجھا دو۔ اور میں اس پر یہ ظاہر کروں گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا خدا تمہارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ۔ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ گو وہ خود تنگدست ہوں۔

میں آئے اور شرط یہ تھی۔ کہ اسمٰعیلؑ کے گھر میں شب باش نہ ہوں۔ پس جب آئے اور پوچھا تو معلوم ہوا۔ کہ اُن کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ باہر شکار کو گئے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ اُن کی یہی گزر اوقات تھی حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ کے گھر پر آئے۔ اُن کی بیوی سے حال پوچھا اس نے اثنائے کلام میں تنگی معاش کا بھی ذکر کیا۔ حضرت ابراہیمؑ یہ سمجھ کر اب اور ٹھہرتا ہوں تو شب باش ہونا پڑے گا۔ وہاں سے واپس آئے اور چلتے ہوئے یہ کہہ آئے کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہہ دیجو اور کہنا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں اس کو بدل دو جب شام کو حضرت اسمٰعیل واپس آئے تو حال معلوم ہوا سمجھ گئے۔ کہ میرے والد ابراہیمؑ تھے عورت نے پیغام ادا کیا۔ انہوں نے فی الفور اس عورت کو چھوڑ دیا۔ اور دوسری سے نکاح کیا۔

درس قرآن

درس ذیل سیدی ومولائی حافظ الحدیث یادگار سلف حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم امیر جمعیۃ العلماء مغربی پاکستان نے بدھ کی صبح جامع شیرانوالہ میں ارشاد فرمایا جسے راقم الحروف نے نہایت عجلت میں مرتب کیا چنانچہ اگر خامیاں رہ گئی ہوں تو گنہگار کے ذمہ ڈال دی جائیں اور اس کی خوبیاں حضرت درخواستی مدظلہ العالی سے منسوب کر دی جائیں

مناظر حسین نظر

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ۝

(سورہ رعد رکوع ۴ پارہ ۱۳)

ترجمہ ۔ اسی طرح ہم نے تجھے ایک امت میں بھیجا ہے ۔ کہ اس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی ہیں ۔ تاکہ تو انہیں سنا دے ۔ جو ہم نے تیری طرف بھیجا ہے ۔ اور وہ تو رحمٰن کے منکر ہیں ۔ کہدو وہی میرا رب ہے ۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے ۔ اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

حضرات ! یہ جگہ مبارک ہے ۔ کہ یہاں اللہ کے ایک برگزیدہ ولی نے پورے پچاس سال تک اللہ کی پاک کتاب کا درس آپ لوگوں کو دیا ۔ نور توحید سے لاکھوں قلوب کو منور کیا ۔ اور بے شمار نوجوانوں کو سنت نبوی کے رنگ میں رنگ دیا ۔

یہ وقت بھی مبارک ہے ۔ کہ اس وقت تقریباً نصف صدی سے یہاں درس قرآن حکیم کا غلغلہ بلند ہوتا ہے ۔ کلام رحمٰن کی گونج پیدا ہوتی ہے ۔ در و دیوار اللہ کے پاک کلام سے مستفیض ہوتے ہیں ۔ اور میرے اللہ کا پاک کلام تو ہے ہی برکتوں کا سرچشمہ ۔ دعا کرو ۔ اللہ ہم سب کو بھی مبارک بنائے ۔ اور تعلیمات قرآنیہ کے فیوض سے بہرہ ور فرمائے ۔

اللہ کا قرآن بھی شان والا ہے ۔ یہ چھوٹی سی آیت جو میں نے تلاوت کی ہے ۔ یہ بھی شان والی ہے ۔ جس ذات پر یہ شان والی کتاب اتاری گئی وہ بھی تمام کائنات میں اللہ کے بعد سب سے بڑھ کر شان والی ہے ۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کے ذریعہ یہ عظیم و مقدس کتاب اللہ کے پیارے رسول پر اتاری گئی اس کی شان کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں ۔ دعا کریں ۔ اللہ ہمیں اس کے علوم سے مالامال کرے ۔ اور ہمیں بھی شان والا بنائے آمین

یہ آیت اس کتاب پاک کی ہے ۔ جس کے متعلق آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ کہ اس کے ایک حرف کی تلاوت کے بدلہ دس نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں ۔ جس کے پڑھنے سے دل روشن ہوتا ہے ۔ عشق الٰہی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے ۔ نور ہدایت کی قندیل جل اٹھتی ہے ۔ اتباع سنت کی لگن پیدا ہو جاتی ہے ۔ رگوں میں محبت دین محمدی کی بجلی دوڑ جاتی ہے ۔ اور وہ سینہ جس میں اس کا اثر سرایت کر جائے ۔ معرفت الٰہی کا خزینہ اور اسرار ربانی کا گنجینہ بن جاتا ہے ۔ جو لوگ بھی اس کتاب حکیم پر عمل کریں گے ۔ کامیاب ہوں گے ۔ اور کفر و شرک کی مہلک بیماریوں سے انشاء اللہ شفا پا جائیں گے ۔ جو قوم اس کتاب پاک کو اپنائیگی ۔ وہ سب سے زیادہ مرتبہ والی اور کائنات انسانی کی رہنما ہو جائے گی ۔ اللہ ہمیں اس کتاب کو دستور حیات بنانے کی توفیق عطا فرمائے ۔

آیت مذکورہ میں چھ چیزوں کا ذکر اجمالی طور پر کیا گیا ہے

۱ ۔ **رسالت انبیاء** کا ذکر ہے ۔ کہ ہم ہی رسولوں کو بھیجتے ہیں ۔

۲ ۔ **مقصد ارسال** ۔ انبیاء کو بھیجا اس لئے جاتا ہے ۔ منکرین رحمٰن کو پیغام حق دیں اور کفر و شرک کی تاریکیوں میں گرفتار لوگوں کو مژدۂ اسلام و توحید سنائیں ۔ کتاب سے انکار کرنے والوں کو دوزخ سے ڈرائیں ۔ اور ماننے والوں کو جنت کی بشارت سنا دیں ۔

۳ ۔ **ضرورت دین** ۔ انسان صحیح معنوں میں انسان بن جائے ۔ اللہ کی رضا اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق زندگی کو گزارے ۔ خالق کے قانون مخلوق میں رواج پا جائیں ۔ اور صحیح اسلامی اقدار اجاگر ہو کر معاشرہ کا جزو لاینفک بن جائیں ۔ دین غیر اللہ سے توڑ کر انسان کو خدا سے جوڑتا ہے ۔

۴ ۔ **ضرورت تبلیغ** ۔ دین اور تبلیغ کی غائت یہ ہے ۔ کہ لوگ اپنے حقیقی معبود کو پہچاننے لگیں ۔ بتوں سے اعراض کریں ۔ اور دینی خدمات میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں

۵ ۔ **فریضۂ خاتم النبیین** کا بیان ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ وہی ہے رب میرا جو کہ تمام جہانوں کا مالک ہے ۔ اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے ۔ کیونکہ جس کا کھانا ہے ۔ اسی کا گائیے ۔ جب رزق دینے والا ۔ حاجات پوری کرنے والا اور پالنے والا ایک ہی ہے ۔ تو پھر عبادت بھی صرف ایک ہی کی کرنی چاہئے ۔ اور سر نیاز بھی صرف اسی کے حضور جھکانا چاہئے جب بندہ غیر کے سامنے سر جھکاتا ہے تو غیرت خداوندی جوش میں آجاتی ہے ۔ اور حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں ۔ اے بندہ تجھے شرم نہیں آتی اکھاتا میرا ہے ۔ اور سر دوسروں کے آستانوں پر جھکاتا ہے ۔ اللہ ہمیں شرک جیسی مہلک بیماری سے شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا سر صرف ایک اللہ جل شانہ کے آستانۂ جلال پر جھکے ۔ آمین ۔

۶ ۔ **قیامت کا بیان** ۔ انسان کو تکمیل حیات کے بعد آخرکار اللہ جل شانہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ بعض لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ ہم کھا پی کر مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے ۔ نہ حساب و کتاب ہوگا ۔ اور نہ اللہ کے ہاں پیش ہونا پڑے گا نہیں نہیں بلکہ ؎

تو مشو مغرور بر حلم خدا ۔ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ہر حال اٹھتے بیٹھتے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں ۔ کہ اے اللہ ہم حساب دینے کے قابل نہیں ہیں ۔ ہمارے حال پر رحم فرما ۔ آمین

(بقیہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ مدظلہ نے ذکر کے بعد ارشاد فرمایا

کسی شخص کی بارگاہِ ایزدی میں مقبولیت اتباع نبوی پر موقوف ہے

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ○ (پارہ ۲۹ سورۃ القلم رکوع ۱)

ترجمہ۔ سو تو مت کہا مان جھٹلانے والوں کا وہ چاہتے ہیں۔ کہ تو کسی طرح ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں

اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ آپ ان جھٹلانے والوں کی تابعدا[ری] نہ کیجئے۔ در اصل یہ [حکم] عام مسلمانوں کے لئے [ہے]۔ کیوں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو یہ امید نہ تھی کہ کافروں کی تابعداری کریں گے مسلمان جب تک اپنے دین پر پوری طرح قائم نہیں رہے گا۔ تب تک دین تو علیحدہ رہا۔ وہ دنیا میں بھی نامراد و ناشاد رہیگا

مداہنت اور رواہ داری میں بڑا باریک فرق ہے۔ مداہنت مذمو[م] ہے۔ رسول اکرم [صل]ی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقے جاری کئے تھے۔ اُنہیں ہرگز نہ چھوڑیئے روا داری محمود ہے۔ یہ جائز ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ تو عرب میں اتنی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ کہ قابل بیان نہیں سارے عرب میں صرف دو جگہ نماز ہوتی تھی۔ اسی طرح تمام بزرگان دین کی وفات کے بعد اُن کے معتقدین میں ابتری پھیل جاتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے بعد ہم اُس راستے سے انچ بھر بھی پرے نہ ہٹیں جو حضرت رحمۃ اللہ ہمیں قرآن مجید اور حدیث شریف میں دکھلا کر گئے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ کئی لوگوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی اور کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرلی ہے یہ بات میں صاف طور پر بیان کرتا ہوں۔ کہ جس کسی نے حضرت علیہ رحمۃ کے بتائے ہوئے کسی بھی طریقے سے غفلت کی یا اس سے پھر گیا۔ اُس کا تعلق اُن سے منقطع ہوگیا

اللہ جل شانہ کلام پاک کے پارہ نمبر ۲۶ سورۃ محمد رکوع نمبر ۴ میں فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ ○

ترجمہ۔ اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور ضائع مت کرو۔ اپنے کئے ہوئے کام۔

ہمارا یہ اجتماع تصوف کی جماعت سے متعلقہ ہے۔ اور تصوف [و]ہی مقبول ہوتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ فارسی میں کسی کا مقولہ ہے

کارے شیطان می کند نامش ولی
گر ولی این ست لعنت بر ولی

بعض جماعتیں ایسی ہیں۔ جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ لیکن وہ اللہ تبارک و تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے ساتھ مختلف طرح سے شرک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ کہ وہ مجھ کو اور آپ کو ایسے شرک سے بچائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر رکھے۔ آمین

پارہ نمبر ۳۰ سورۃ الغاشیہ رکوع نمبر ۱ آیت نمبر ۲۲ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ○ ترجمہ۔ تو نہیں اُن پر داروغہ آیت نمبر ۲۵ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ○ بیشک ہمارے پاس ہے۔ اُن کو پھر آنا آیت نمبر ۲۶ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ پھر بے شک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

جب یہ بات فیصلہ شدہ ہے کہ سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ضرور سب سے حساب لینا ہے۔ تو پھر ہمیں چاہئے۔ کہ ہم سب دوسرے طریقے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلیں۔

خلاف پیغمبر کسے راگزید۔ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

اس مجلس میں بعض حضرات دس برس سے آرہے ہیں۔ بعض بیس برس سے آپ سب گواہی دیں گے کہ یہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنے کے [کچھ] نہیں کہا جاتا۔ نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی عمل کیا جاتا ہے میں کسی جماعت کی مخالفت نہیں کرتا جو بھی سنت پر ہیں۔ ٹھیک ہیں لیکن جس جماعت سے ہم تعلق رکھتے ہیں۔ وہ حنفی دیوبندی کہلاتی ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ کیوں کہ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا قرآن پاک میں آتا ہے سورۃ اعراف میں سب اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں سو اُس کو اُن سے پکارو۔

حدیث شریف کی ایک روایت نقل کرتا ہوں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ و تسعین اسما مائۃ غیر واحدۃ من احصاھا دخل الجنۃ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ حضرت ابی ہریرۃ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں۔ یعنی ایک کم سو جو کوئی ان کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی شریف)

هُوَ اللّٰهُ وہی ہے اللہ تعالیٰ۔ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ جو نہیں کوئی معبود سوائے اس کے

اَلرَّحْمٰنُ۔ بخشنے والا　　اَلرَّحِيْمُ۔ مہربان
اَلْمَلِكُ۔ بادشاہ　　اَلْقُدُّوْسُ۔ بہت پاک
اَلسَّلَامُ۔ سب عیب سے سلامت　　اَلْمُؤْمِنُ۔ امن دینے والا
اَلْمُهَيْمِنُ۔ نگہبان　　اَلْعَزِيْزُ۔ غالب
اَلْجَبَّارُ۔ زبردست　　اَلْمُتَكَبِّرُ۔ تکبر کرنے والا
اَلْخَالِقُ۔ پیدا کرنے والا　　اَلْبَارِئُ۔ درست کرنے والا
اَلْمُصَوِّرُ۔ صورتیں بنانے والا　　اَلْغَفَّارُ۔ بخشش کرتے والا
اَلْقَهَّارُ۔ قہر کرنے والا　　اَلْوَهَّابُ۔ سب کو عطا کرنیوالا
اَلرَّزَّاقُ۔ رزق دینے والا　　اَلْفَتَّاحُ۔ کھولنے والا
اَلْعَلِيْمُ۔ جاننے والا　　اَلْقَابِضُ۔ بند کرنے والا
اَلْبَاسِطُ۔ فراخی کرنیوالا　　اَلْخَافِضُ۔ نیچا کرنے والا
اَلرَّافِعُ۔ بلند کرنے والا　　اَلْمُعِزُّ۔ عزت دینے والا
اَلْمُذِلُّ۔ ذلت دینے والا　　اَلسَّمِيْعُ۔ سننے والا
اَلْبَصِيْرُ۔ دیکھنے والا　　اَلْحَكَمُ۔ حکم کرنے والا
اَلْعَدْلُ۔ انصاف کرنے والا　　اَللَّطِيْفُ۔ باریک بین
اَلْخَبِيْرُ۔ خبر رکھنے والا　　اَلْحَلِيْمُ۔ نرمی کرنے والا
اَلْعَظِيْمُ۔ عظمت والا　　اَلْغَفُوْرُ۔ گناہ بخشنے والا
اَلشَّكُوْرُ۔ شکر قبول کرنیوالا　　اَلْعَلِيُّ۔ بلند
اَلْكَبِيْرُ۔ بڑی شان والا　　اَلْحَفِيْظُ۔ حفاظت کرنے والا
اَلْمُقِيْتُ۔ تقدیر بنانے والا　　اَلْحَسِيْبُ۔ کفایت کرنے والا

اَلْجَلِیْلُ ۔ عزت والا	اَلْکَرِیْمُ ۔ بندوں کا حاجت روا
اَلرَّقِیْبُ ۔ نگاہ رکھنے والا	اَلْمُجِیْبُ ۔ قبول کرنیوالا
اَلْوَاسِعُ ۔ وسعت دینے والا	اَلْحَکِیْمُ ۔ دانا
اَلْوَدُوْدُ ۔ محبت کرنے والا	اَلْمَجِیْدُ ۔ اپنی ذات اور کاموں میں عزت والا
اَلْبَاعِثُ ۔ مردوں کو زندہ کرنیوالا	اَلشَّهِیْدُ ۔ موجود ۔ حاضر
اَلْحَقُّ ۔ سب صفتوں سے متصف	اَلْوَکِیْلُ ۔ کام بنانے والا
اَلْقَوِیُّ ۔ زور والا	اَلْمَتِیْنُ ۔ بہت بڑی طاقت والا
اَلْوَلِیُّ ۔ حمایت کرنے والا	اَلْحَمِیْدُ ۔ خوبیوں والا
اَلْمُحْصِیْ ۔ ہر چیز شمار کرنیوالا	اَلْمُبْدِئُ ۔ پہلی بار پیدا کرنیوالا
اَلْمُعِیْدُ ۔ دوسری بار پیدا کرنیوالا	اَلْمُحْیِیْ ۔ زندہ کرنے والا
اَلْمُمِیْتُ ۔ مارنے والا	اَلْحَیُّ ۔ زندہ رہنے والا
اَلْقَیُّوْمُ ۔ سب کا نگہبان	اَلْوَاجِدُ ۔ ہر چیز کا پالنے والا
اَلْمَاجِدُ ۔ بزرگی والا	اَلْوَاحِدُ ۔ اکیلا
اَلصَّمَدُ ۔ بے نیاز	اَلْقَادِرُ ۔ قدرت والا
اَلْمُقْتَدِرُ ۔ ہر چیز کر سکنے والا	اَلْمُقَدِّمُ ۔ آگے بڑھانیوالا
اَلْمُؤَخِّرُ ۔ پیچھے ہٹانے والا	اَلْاَوَّلُ ۔ سب سے پہلا
اَلْاٰخِرُ ۔ سب سے پچھلا	اَلظَّاهِرُ ۔ آشکارا
اَلْبَاطِنُ ۔ پوشیدہ	اَلْوَالِیُ ۔ سب کا مالک
اَلْمُتَعَالِ ۔ برتر مخلوق کی صفات سے	اَلْبَرُّ ۔ احسان کرنے والا
اَلتَّوَّابُ ۔ رحمت کو لوٹا کر لانے والا	اَلْمُنْتَقِمُ ۔ بدلہ لینے والا
اَلْعَفُوُّ ۔ درگزر کرنے والا	اَلرَّءُوْفُ ۔ نرمی کرنیوالا
مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	بادشاہ سلطنت کا بزرگی والا اور تعظیم والا
اَلْمُقْسِطُ ۔ عدل کرنے والا	اَلْجَامِعُ ۔ اکٹھا کرنے والا
اَلْغَنِیُّ ۔ بے پرواہ	اَلْمُغْنِیْ ۔ بے پرواہ کرنیوالا
اَلْمَانِعُ ۔ روکنے والا	اَلضَّارُّ ۔ نقصان پہنچانے والا
اَلنَّافِعُ ۔ نفع پہنچانے والا	اَلنُّوْرُ ۔ روشن
اَلْهَادِیْ ۔ بہت ہدایت کرنیوالا	اَلْبَدِیْعُ ۔ نئی طرح کا پیدا کرنیوالا
اَلْبَاقِیْ ۔ باقی رہنے والا	اَلْوَارِثُ ۔ سب کا وارث
اَلرَّشِیْدُ ۔ بھلی راہ دکھانے والا	اَلصَّبُوْرُ ۔ بہت صبر کرنیوالا

بعض بزرگان دین دن میں اس ذکر کو ایک مرتبہ ضرور پڑھتے ہیں ۔ جب ہمارے پاس اس قسم کے اذکار موجود ہوں ۔ تو پھر کیا ضرورت ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا ذکر کیا جائے اوپر جو اسمائے مبارکہ دیئے ہیں ۔ مثلاً ان میں ایک المصور ہے ۔ اب بتائیے کون ہے صورتیں بنانے والا ۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَاءُ سورۃ ال عمران میں اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں ۔ وہی ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے ۔ ماں کے پیٹ میں جیسے چاہتا ہے ۔

کئی مرتبہ دو سگے بھائیوں کی صورتوں میں ذرا برابر بھی اتفاق نہیں ہوتا ۔ اور بعض مرتبہ ایک بالکل دوسرے کی تصویر ہوتا ہے ۔ اباجان رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے ۔ حمید اللہ بعض اوقات تم اندھیرے میں چلتے ہو ۔ تو مجھے مولوی حبیب اللہ کا شبہ ہوتا ہے ۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی صورتگری اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے ۔ کہ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھے ۔ اور زندگی سے نفع اٹھا کر آگے کے لئے ...

بقیہ مدینہ منورہ صـ۹ سے آگے

درختوں کے پتے سوائے جانوروں کے چارہ کے لئے نہ جھاڑیں جائیں ۔ درخت نہ کاٹے جائیں ۔

مدینہ منورہ سے واپسی

روانگی سے قبل مسجد نبویؐ میں آئیں دو رکعت نماز نفل پڑھ کر مذکورہ بالا طریقہ سے سلام عرض کریں ۔ مواجہہ شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بڑی عاجزی اور ادب سے اللہ تعالےٰ سے دارین کی بھلائی کی دعائیں مانگیں آنسو بہاتے ہوئے بڑی حسرت افسوس کے ساتھ روضہ اطہر سے رخصت ہوں

اگر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جانے کا مقصد ہے ۔ تو احرام مسجد نبوی سے باندھ کر روانہ ہوں ۔ ورنہ بئرعلی پر باندھنا ہوگا ۔

وطن کو واپسی

یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ اپنی حکومت اور حکومت سعودیہ عربیہ کے احکام کے برخلاف نہ کوئی چیز لے کر جائیں ۔ نہ لے کر آئیں ۔ کیونکہ مقصد حج کرنا ہے ۔ خرید و فروخت نہیں ۔ اور سب سے بڑا تحفہ مکہ مکرمہ کا آب زمزم ہے ۔ اور مدینہ طیبہ کی کھجوریں ۔ ان پر قانع رہیں ۔ تو زہے سعادت ۔

حمد باری تعالیٰ بجالائیں کہ بخیر و خوبی حج ادا ہوا ۔ اور شرف زیارت روضہ اطہر بھی حاصل ہوا ۔ اللہ تعالےٰ انہیں آخرت کا توشہ بنائے ۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو ۔ امین ۔

اب وطن لوٹ کر گناہوں سے بچیں حقوق اللہ و حقوق العباد شریعت کے مطابق بجا لاتے رہیں ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (البقرۃ آیت ۱۲۷)

ترجمہ ۔ اے ہمارے رب ہم سے قبول کر ۔ بے شک تو ہی سننے والا ہے ۔ (آمین)

بقیہ حضرت شیخ التفسیرؒ صـ۱۱ سے آگے

اگرچہ میکدے سے اٹھ کے چل دیا ساقی
وہ مے وہ خم وہ صراحی وہ جام باقی ہے

جو ایسے اللہ والوں پر لغو اعتراضات یا تعصب کی بناء پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ اپنے آپ کا ہی نقصان کرتا ہے کہ ان کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے ؎

غالب بُرا نہ مان جو حاسد بُرا کہیں
ایسا بھی ہے کوئی جسے سب کیمیا کہیں

مسلمانوں کی صلاح و فلاح کی فکر کا ان میں طبعی تقاضوں اور فطری ضرورتوں کی طرح پایا جانا مزید برآں دین کے ہر رخنہ پر ان کی نگاہ اور پھر اس کی اصلاح کے خیال سے اس کی تدبیر میں باوجود گوناگوں رکاوٹوں اور مختلف موانع کے مشروع ہوجانا یہ انہی حضرات کا ہی حصّہ تھا ۔ اگرچہ پاکستان میں ان کے ہم عصروں میں سے بے شمار حضرات کو اسی مشرب و مذاق کا وافر حصّہ ملا ہے ۔ لیکن ان حضرات کے مشرب و مذاق میں جو برتری اور خیر و برکت پائی جاتی ہے ۔ دوسرے ہمعصر اس میں ان کی برابری نہیں کر سکتے ۔ یہ ان حضرات کا شرف جلیل اور اعزاز عظیم عطیہ الٰہی تھا ۔ یہ سب قرائن ان حضرات کے اپنے اپنے خداداد منصب کے مشارالیہ ہیں اور ان کے مقام کی بلندی اور عظمتِ شان کا پتہ دے رہی ہیں ۔ انما العبرہ للخواتیم

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب ہمارا فرض ہے کہ ان حضرات کے فضل و شرف کو پہچانیں اور ان کے قدم بقدم چلیں ۔ ؎

بچوں کا صفحہ

والدین کے حقوق

محمد اکرام الحق، گجرات

عزیز بچو! آپ کے بزرگ اور استاد آپ کو اکثر والدین کی فرمانبرداری کی تاکید کرتے ہوں گے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ قرآن مجید نے والدین کی فرمانبرداری کی کتنی تاکید کی ہے اور اس کا کتنا اجر و ثواب ہے۔

قرآن حکیم میں جگہ جگہ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عزیز کے پہلے پارے میں فرمایا:۔

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو)۔

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہو۔ اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ نہایت ادب کے ساتھ ان سے بات کرو اور ان کے سامنے بڑی نرمی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور اس طرح دعا کرتے رہو:۔

"اے میرے پروردگار! ان دونوں (میرے والدین) پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ہر نگاہ کے بدلے میں ثواب ملتا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا:۔

"اے اللہ کے پیارے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ کون حقدار ہے؟" آپؐ نے فرمایا۔ "تمہاری ماں"۔ اس شخص نے دوسری مرتبہ پوچھا۔ "پھر کون؟" آپ نے ارشاد فرمایا۔ "تمہاری ماں"۔ اس نے تیسری دفعہ پھر یہی سوال دہرایا۔ آپ نے جواب میں پھر وہی فرمایا۔ "تمہاری ماں"۔ جب چوتھی مرتبہ اس نے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ "پھر تمہارا باپ"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاد کے پالنے میں ماں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس لئے شریعت نے بھی اس کا حق پہلے رکھا۔ باپ کے حقوق بھی کچھ کم نہیں۔ وہ اپنی جان اور مال لگا کر اولاد کی پرورش کرتا ہے۔ اس لئے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "اللہ کی خوشنودی باپ کی خوشی میں ہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ تین شخص سفر میں جا رہے تھے۔ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ انہوں نے بارش سے بچنے کے لئے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اتفاق کی بات کہ پہاڑ سے ایک پتھر لڑھک آیا اور غار کا منہ بند ہو گیا وہ باہر نکلنے کے لئے سخت پریشان ہوئے۔ آخر ان کے دلوں میں خیال آیا کہ وہ اپنے نیک عمل یاد کریں۔ جو انہوں نے خاص طور پر اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے کئے ہوں اور ان کو ذریعہ بنا کر خدا سے دعا کریں شاید خدائے ذوالجلال دعا قبول فرما کر پتھر کو اپنی قدرت سے ہٹا دے اور راستہ کھل جائے۔

جب دو مسافر اپنی اپنی نیکی بیان کر چکے تو تیسرے نے اس طرح دعا شروع کی:۔

"اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں اپنے بوڑھے والدین اور بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے دن بھر بکریاں چراتا تھا۔ جب شام کو واپس آتا تو دودھ دوہ کر پہلے اپنے بوڑھے والدین کو پلاتا اور بعد میں اپنے بچوں کو دیتا۔

ایک دن بکریوں کو چرانے کے لئے بہت دور چلا گیا۔ گھر بہت دیر سے واپس آیا بوڑھے والدین سو چکے تھے میں ساری رات ان کے سرہانے دودھ کا برتن لئے کھڑا رہا۔ اس لئے نہ جگایا کہ نیند خراب ہو گی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اے قادرِ مطلق! میں نے یہ عمل صرف تیری رضا کے لئے کیا۔ تو اس نیکی کی برکت سے غار کے منہ سے پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ پتھر اپنی جگہ سے سرک گیا اور اس طرح وہ تینوں باہر نکل آئے۔

عزیز بچو! یہ تھا والدین سے حسن سلوک اور فرمانبرداری کا صلہ کہ خدائے بزرگ و برتر نے ان کو اس کے بدلے میں اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا۔

۴ مئی ۱۹۶۲ء

۲۰

خدام الدین - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/G مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء